نماز اور خشوع

پروفیسر محمد اسحٰق ایم۔اے

پنجاب کالج آف کامرس لاہور

297.53
م 29 ن
55317

Marfat.com

نماز اور خشوع

مرتبہ

پروفیسر محمد اسحٰق ایم۔اے

پنجاب کالج آف کامرس لاہور

Marfat.com

جملہ حقوق بحق مولف محفوظ ہیں

297.53

نام کتاب : نمازاور خشوع

مولف : پروفیسر محمد اسحٰق ایم۔اے

کمپوزنگ : یونیورسل کمپوزنگ سینٹر

31-F شمع پلازہ لاہور

طابع : ظفر سنز پرنٹرز۔بیسمنٹ

شمع پلازہ لاہور

تعداد : 1000 باراوّل

ملنے کا پتہ

پنجاب کالج آف کامرس 314 ریواز گارڈن لاہور

Marfat.com

فہرست موضوعات

موضوع	صفحہ
حدیث احسان	7
تقریظ	8
پیش لفظ	9
پہلا باب ___ خشوع کی اہمیت	15
خشوع کا مفہوم	16
خشوع کی اہمیت	20
نماز کی حقیقت	21
ایک عجیب نکتہ	22
باخشوع اور بے خشوع نماز کا فرق	23
دوسرا باب ___ خشوع کی تدابیر	25
پہلی تدبیر ___ سنوار کر وضو کرنا	26
دوسری تدبیر ___ پر خلوص کوشش	30
تیسری تدبیر ___ عاجزی وانکساری کا اظہار	33
چوتھی تدبیر ___ تضرع پیدا کرنے کی کوشش	36
پانچویں تدبیر ___ یکسوئی وانہماک	39
چھٹی تدبیر ___ آخرت کی پیشی اور جزاوسزا کا استحضار	42
ساتویں تدبیر ___ قرآنی آیات میں تدبر	44
آٹھویں تدبیر ___ تعدیل ارکان	49
نماز میں تیز رفتاری کی عادت سے چھٹکارا کیونکر؟	53

Marfat.com

موضوع	صفحہ
نویں تدبیر ___ الوداعی نماز کا احساس	55
دسویں تدبیر ___ غیر ضروری حرکات سے اجتناب	56
گیارہویں تدبیر ___ ہنگامی ضروریات سے فراغت	58
تیسرا باب ___ حضوری دل	59
یکسوئی کی اہمیت	61
تکبیر تحریمہ کی معنویت	64
نماز خدا کے حضور پیشی ہے	65
نماز تہجد۔ حضوری دل کا بہترین موقع	68
حدیث احسان	70
نماز معراج المومنین کس طرح ہے؟	73
حدیث احسان کی تحقیق	74
چوتھا باب ___ خشوع کے موانع	77
وساوس کا مسئلہ	78
الف) وساوس سے بچنے کی تدابیر	79
پہلی تدبیر ___ عمدہ اور کامل وضو کرنا	79
دوسری تدبیر ___ ہنگامی ضروریات سے فراغت	80
تیسری تدبیر ___ آنکھوں اور کانوں کے حواس کو کنٹرول کرنا	81
چوتھی تدبیر ___ جن چیزوں سے دل اٹکا ہوا ان سے دستبرداری	85

Marfat.com

موضوع	صفحہ
(ب) وساوس کا دفعیہ	93
متبادل خیال سے وسوسے کو دور کیا جاسکتا ہے	93
شعوری طور پر نماز پڑھنے کی اہمیت	95
احضار اور حضور	100
پانچواں باب ___ اصل علاج۔ اللہ سے محبت	103
اہل محبت کی پہچان	105
رسمی نمازیں	106
یہ منافقت ہے	107
دعائے قنوت کی معنویت	109
پس چہ باید کرو؟	112
چھٹا باب ___ خشوع کے معاونات	113
اخلاص	114
رزق حلال	120
اپنے ماحول کا جائزہ	122
گناہوں سے اجتناب	125
نیک لوگوں کی رفاقت	129
انفاق فی سبیل اللہ	132
انفاق فی سبیل اللہ اور نماز	135
انفاق کے فضائل ایک نظر میں	137
حرف آخر	139
ماخذ	141

Marfat.com

Marfat.com

”حدیث احسان“

اَلاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّكَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاك

(بخاری)

احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی اس طرح عبادت کرے گویا تو اسے اپنے سامنے دیکھتا ہے۔ پس اگر تو اسے نہیں دیکھتا تو وہ تو تجھے دیکھتا ہے۔

Marfat.com

تقریظ

"جناب پروفیسر محمد اسحٰق کی کتاب "نماز اور خشوع" کے چند اوراق نظر سے گزرے جن کو دیکھ کر یہ رائے قائم ہوئی کہ نماز کے متعلق عام مسائل کے بجائے نہایت ہی اہم موضوع پر پروفیسر صاحب نے قلم اٹھایا ہے اور بجا طور پر یہ لکھا ہے کہ خشوع نماز کی روح ہے۔ فی الواقع شریعت میں خشوع والی نماز ہی مطلوب ہے اور یہ بھی کہ پوری توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف اور نماز کے کلمات کے مفہوم کی طرف اور اپنی کیفیات عبودیت کی طرف رہنی چاہئے۔

علاوہ ازیں کتاب ادب اور بیان کے لحاظ سے نہایت اچھے اسلوب اور معیار کی ہے۔ مطالب نہایت اہم اور ضروری حوالوں کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں اور عام فہم بھی ہیں۔

میری بدقسمتی ہے کہ کتاب کو دیکھنے کے دوران میری صحت پر کچھ ایسے اثرات تھے کہ پوری کتاب کے مندرجات تفصیل سے نہ دیکھ سکا مگر جتنا حصہ بھی دیکھا اس کا مجھ پر اچھا اثر پڑا۔

خدا کرے کہ پروفیسر صاحب کی محنت قبولیت عامہ حاصل کرے اور لوگ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔ نیز مجھے اس بات کی بھی خوشی ہے کہ پروفیسر صاحب اس کتاب کو اپنے خرچ پر چھپوا کر تقسیم کرنا چاہتے ہیں اور ان کا مقصد کوئی کمائی کرنا نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کی بہبود اور دین کی خدمت ہے۔"

نعیم صدیقی
وارث کالونی نزد ملتان چونگی لاہور
یکم ستمبر 99ء

Marfat.com

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمُ

پیش لفظ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔

اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ المُومِنِینَ

(نماز اہل ایمان کے لیے معراج ہے)

یہ ایک معنی خیز بات ہے۔ حضور ﷺ کو معراج کے موقع پر جو قرب خداوندی عطا ہوا اس کے حوالے سے آپؐ فرما رہے ہیں کہ یہ قرب اور حضوری تو میرے لیے مخصوص ہے اور کسی نبی یا فرشتے کو آج تک عطا نہیں ہوئی لیکن اس کی ایک جھلک سے ہر وہ مومن صادق متمتع اور فیضیاب ہو سکتا ہے جو ظاہری اور باطنی آداب کا اہتمام کر کے نماز ادا کرے۔

نماز سب سے بڑی عبادت، تزکیہ نفس اور تقرب الی اللہ کا بہترین ذریعہ اور دینی و دنیوی خیر و فلاح کے حصول کا عمدہ وسیلہ ہے۔ لیکن میری طرح بے شمار مسلمان محسوس کرتے ہیں کہ ہماری زندگی نماز کے فوائد و ثمرات سے خالی ہے۔ ہم نماز پڑھتے ہیں اس کے اندر اور باہر دعائیں بھی مانگتے ہیں لیکن صاف محسوس ہوتا ہے کہ ہماری نماز ذکر کی لذت و حلاوت سے عاری اور دعائیں ثمرہ قبولیت سے بے بہرہ ہیں۔ نہ ہماری نمازیں ہمیں فحش و بے حیائی سے روکتی ہیں نہ رات دن مانگی جانے والی دعاؤں کا کوئی اثر

Marfat.com

ظاہر ہوتا ہے آخر ایسا کیوں ہے ؟

اس کا سیدھا اور صاف جواب یہ ہے کہ ہماری نمازیں حقیقی اسپرٹ اور روح سے عاری ہیں۔ یہ محض ظاہری شکل وہیئت اور مخصوص الفاظ کے تکرار کے حوالے سے نمازیں میں حقیقت یہ ہے کہ جس طرح روح کے بغیر جسم محض لاشہ ہے اور بے کار محض، اسی طرح نماز کی اصل اسپرٹ یعنی خشوع اور حضوری قلب کے بغیر نماز چند حرکات کا مجموعہ اور چند جملوں کی تکرار ہے اور بس ! ظاہر ہے محض زبان و جسم کی چند حرکات سے حقیقی نماز کے ثمرات حاصل نہیں ہو سکتے۔ بقول کسے ہم مصنوعی نمازوں سے حقیقی نمازوں کے اثرات کی توقع رکھتے ہیں۔ ہم نماز کی محض نقل اتارتے ہیں مگر توقع یہ رکھتے ہیں کہ اس نقل سے وہ فوائد حاصل ہوں جو اصل نماز سے ہوتے ہیں۔

نمازیوں کی بہت بڑی اکثریت کو سرے سے معلوم ہی نہیں کہ وہ نماز میں کیا پڑھتے ہیں اپنے رب سے کیا سرگوشیاں کرتے ہیں گویا نماز محض رسماً یا عادتاً پڑھی جاتی ہے اس کی حقیقت سے ہم واقف ہی نہیں۔ جو لوگ مقصد نماز سے آگاہ ہیں اور نماز کے اذکار واوراد کا مفہوم و معنی سمجھتے ہیں ان کی اکثریت کا حال بھی یہ ہے کہ زندگی تضادات اور منافقتوں سے پر ہے۔ نہ نیت میں اخلاص کی خوشبو، نہ عمل میں ذوق وشوق کی چاشنی، روزی کو لیں تو حرام یا مشکوک، زبان کو دیکھیں تو جھوٹ اور غیبت میں ملوث، آنکھیں خیانت کی

Marfat.com

عادی، کان شب وروز فحش وبے حیائی کے الفاظ وکلمات سننے میں مصروف۔ دل دنیااور دنیا کی چیزوں کی محبت میں اس بری طرح گرفتار کہ ادھر نماز کے لیے کھڑے ہوئے ادھر خیالات ووساوس کا لشکر حملہ آور ہو گیا۔ اندریں حالات نماز آنکھوں کی ٹھنڈک بنے تو کیسے اور اس میں لذت وحلاوت محسوس ہو تو کیونکر؟

قرآن پاک کی رو سے اور احادیث طیبہ کی روشنی میں یہ بات قطعی طور پر کہی جاسکتی ہے کہ نماز کی روح اس کا خشوع ہے۔ خشوع کیا ہے؟ خشوع یہ ہے کہ

1) نمازی کے جسم سے عاجزی وانکساری کا اظہار ہو رہا ہو وہ اس طرح ہاتھ باندھے، سر جھکائے، بے حس وحرکت اور مودب کھڑا ہو جس طرح ایک نافرمان غلام اپنے عظیم آقا کے سامنے شرمندہ اور لرزاں و ترساں کھڑا ہوتا ہے۔

2) اس کی آواز پست ہو، زبان سے جو الفاظ وکلمات نکل رہے ہوں ان سے بھی عجز وانکسار کا شعوری اظہار ہو رہا ہو۔ جیسے اپنے اعمال پر ندامت و شرمندگی کا اظہار کر کے معافی مانگ رہا ہو اور آقا سے راضی ہونے کی درخواست کر رہا ہو۔

3) اس کے دل ودماغ پوری یکسوئی سے اپنے آقا کی طرف متوجہ ہوں۔ ایسا محسوس ہو کہ وہ اپنے گردوپیش کی صورت حال سے بالکل بے خبر ہے۔

Marfat.com

اس کے سامنے اس کا آقا ہو اور بس! اس کی پوری توجہ سمٹ سمٹا کر بس اسی ایک نکتے پر مرکوز ہو گئی ہو۔

مندرجہ بالا تینوں اجزاء کے ملنے سے جو کیفیت بنتی ہے یہی خشوع ہے اور یہی نماز کی جان ہے یہی وہ چیز ہے جو ہماری نمازوں سے غائب ہوتی ہے اور اسی کے غیاب کی وجہ سے ہماری نمازیں اپنے ثمرات سے محروم رہتی ہیں۔ یہی خشوع ہماری اس کتاب کا موضوع ہے۔

جہاں تک نماز کے ظاہری اعمال مثلاً طہارت، رکوع و سجود اور اذکار کا تعلق ہے ان کے بارے میں عام لوگ کافی معلومات رکھتے ہیں۔ اردو میں چھوٹی بڑی بے شمار کتب، جن میں درسی کتب بھی شامل ہیں ہر جگہ دستیاب ہیں اور لوگ ان سے استفادہ کرتے رہتے ہیں لیکن ایسی کتب جن سے نماز کے باطنی آداب معلوم ہوں بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔ بس نماز کی کتابوں میں فقہی مسائل کے بیان کے دوران ہی بیچ بیچ میں کہیں کوئی بات بر سبیل تذکرہ آجائے تو آجائے۔

'باطنی آداب' کے الفاظ سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ ہم کسی باطنی یا مخفی علم کی بات کرنے چلے ہیں۔ ہماری مراد اعمال کی ظاہری شکل کے مقابلے میں باطنی پہلو سے ہے آپ اسے عمل کی سپرٹ بھی کہہ سکتے ہیں گویا ہم نے باطنی پہلو سے اخلاص نیت، قلبی کیفیت اور دل کی حضوری مراد لی ہے جسے عام آدمی نظر انداز کر دیتا ہے کیونکہ ظاہر بین نظر وہاں تک پہنچتی ہی

Marfat.com

نہیں حالانکہ اصل اہمیت اسی کی ہوتی ہے۔

ہم نے قرآن پاک اور احادیث طیبہ سے نیز اکابرین امت کے رشحات فکر سے..... کہ خیر کے منابع یہی ہیں..... استفادہ کر کے خشوع کا مفہوم معلوم کرنے اور اس کے حصول کی تدابیر متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ ظاہر ہے یہ محض منزل کی نشاندہی اور عمل کی ترغیب ہے اصل چیز ہر شخص کا اپنا عمل ہے اور اس کے نتیجہ خیز ہونے کا دارومدار اس کے اخلاص نیت، ہمت و کوشش اور بالآخر توفیق الٰہی پر ہے۔

نماز کو درست کرنے اور سنوارنے کا عمل ایک کوشش پیہم ہے' ایک مجاہدہ ہے' خوب سے خوب تر کی طرف ایک سفر ہے۔ اس سفر میں کوئی مقام ایسا نہیں جہاں پہنچ کر آدمی مطمئن ہو جائے اور پکار اٹھے کہ میں نے اپنی منزل پالی ہے۔ آیئے اس مجاہدے کے لیے کمر کس لیں۔

واللہ الموفق'

اسحٰق'

۱۱ اپریل ۱۹۹۷ء

Marfat.com

Marfat.com

پہلا باب

خشوع کی اہمیت

خشوع کا مفہوم

خشوع کی اہمیت

نماز کی حقیقت

ایک عجیب نکتہ

'باخشوع' اور 'بے خشوع' نماز کا فرق

Marfat.com

خشوع کا مفہوم

عربی زبان میں خَشَعَ یَخْشَعُ جھک جانے، دب جانے اور عاجزی و انکساری کے اظہار کو کہتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں خَشَعَ البصرُ نگاہ جھک گئی۔ خَشَعَ الصَّوتُ آواز پست ہو گئی قرآن پاک میں ہے۔

وَ خَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحمٰنِ (طٰہٰ 108) اور آوازیں خدا کے سامنے پست ہو جائیں گی۔

یہی خشوع کا لفظ سورۃ المومنون میں بامراد نمازیوں کے لیے استعمال ہوا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُومِنُونَ الذِّیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُونَ

(فلاح پائی ان اہل ایمان نے جنہوں نے اپنی نماز میں خشوع اختیار کیا)

(المومنون 2-1)

یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا احساس کر کے عاجزی و انکساری اختیار کی اپنے رویے سے بے چارگی اور مسکینی کا اظہار کیا۔

عاجزی و انکساری اور اظہار نیاز مندی کی دو صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ جسم اور اس کے اعضاء سے اس کا اظہار ہو مثلاً حرکات ختم ہو جائیں جسم ڈھیلا پڑ جائے۔ نگاہ نیچی اور آواز پست ہو جائے۔ جو الفاظ زبان سے نکلیں ان سے بھی ذلت اور مسکینی ظاہر ہو یوں بحیثیت مجموعی جسم سے عجز و انکسار، سکون اور ہیبت زدگی کا اظہار ہو رہا ہو۔ یہ خشوع کا ظاہری پہلو

Marfat.com

ہے آپ اسے جسم کا خشوع بھی کہہ سکتے ہیں۔

دوسرے پہلو کا تعلق انسان کے باطن یعنی دل و دماغ سے ہے۔ مطلوب یہ ہے کہ جس طرح نمازی کے جسم سے عجز و انکسار کا اظہار ہو رہا ہے اسی طرح دل بھی اللہ کی طرف جھکا ہوا ہو اللہ کے جلال اور عظمت سے لبریز ہو اور ہر طرف سے ہٹ کر اسی کی طرف متوجہ ہو۔

اس طرح ظاہری اور باطنی خشوع کے ملنے سے وہ مکمل یکسوئی اور حضوری کی کیفیت پیدا ہو گی جو دراصل نماز میں مطلوب ہے اور جسے سورۂ المومنون کی مندرجہ بالا آیت میں کامیاب نمازیوں کے نمایاں وصف کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

خشوع کی حقیقت سمجھنے کے لیے غلام اور آقا کی مثال جس کا پہلے بھی ذکر ہوا دوبارہ ذہن میں تازہ کر لیں۔ اگر نافرمان اور خدمت سے بھاگا ہوا غلام پکڑا ہوا آجائے اور مالک کے حضور پیش کیا جائے تو اس کی حالت کیسی ہو گی؟ وہ ڈر رہا ہو گا اس کے جسم و جان پر ہیبت طاری ہو گی، عاجزی و مسکینی کا مجسمہ ہو گا، رحم و کرم کا طالب ہو گا۔ اس کے سامنے بس ایک ہی بات ہو گی کہ دیکھیں اب میرے بارے میں کیا حکم ہوتا ہے۔ زیادہ بولنے کی جرأت ہی نہ ہو گی اگر بولے گا تو یہی کہے گا کہ میرے آقا میں قصوروار ہوں اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتا ہوں مجھے معاف کر دیجیے۔ آپ معاف نہیں کریں گے تو برباد ہو جاؤں گا۔ کچھ اسی طرح کے احساسات نمازی کے ہونے چاہئیں۔

Marfat.com

مذکورہ غلام پر بلا شبہ آقا کی ہیبت چھائی ہوئی ہو گی لیکن تنہا ہیبت ہی نہیں ہو گی اور جذبات بھی ہوں گے مثلاً

1) محبت و دلی تعلق

غلام کو اپنے آقا سے اس کی عنایات اور احسانات کی وجہ سے محبت بھی ہوتی ہے کیونکہ محسن سے دلی تعلق فطری چیز ہے۔

2) آقا کی عظمت کا احساس

غلام کو احساس ہوتا ہے کہ اس کا آقا عزت و وقار اور جاہ و حشمت کا مالک ہے اس کی نافرمانی نہیں کرنی چاہیے تھی اس خیال سے اسے اپنے کئے پر شرمندگی اور ندامت کا احساس ہوتا ہے۔

3) شرم و حیاء

وہ سوچتا ہے میں نے بے شرمی و بے حیائی کا مظاہرہ کیا ہے ایسے مہربان آقا کی نافرمانی کر کے میں نے خدا و خلق خدا کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل کیا ہے۔ کاش میں ایسا نہ کرتا۔ وہ دل ہی دل میں اپنے آپ کو ملامت کرتا اور آئندہ کے لیے اپنی اصلاح کا ارادہ کرتا ہے۔

4) امید و رجاء

اگرچہ اسے اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے اور آقا کی ہیبت اور ایک طرح کا خوف بھی ہوتا ہے مگر وہ بالکل مایوس بھی نہیں ہوتا نہ امید کا دامن

Marfat.com

ہاتھ سے چھوڑتا ہے۔ اسے توقع ہوتی ہے کہ آقا اسے معاف کر دے گا اور اس کی غلطی سے درگزر کرے گا۔ (احیاء العلوم)

بالکل یہی حال نمازی کا نماز کے دوران ہونا چاہیے۔ اللہ کی عظمت و ہیبت کے ساتھ محبت و دلی تعلق بھی ہوتا ہے۔ اپنے گناہوں پر احساس ندامت کے ساتھ یہ امید بھی ہوتی ہے کہ اللہ کی غفور و رحیم ذات اسے معاف کر دے گی کیونکہ معاف کرنا اسے پسند ہے اس نے معافی مانگنے کا طریقہ بھی خود ہی بتا دیا ہے بلکہ وہ الفاظ بھی سکھا دئے ہیں جن کے ذریعے مانگنے والا محروم نہیں رہتا۔

غور کیجئے یہ کتنی بڑی بات ہے۔ شہنشاہ نے اپنے غلاموں کو خود ہی بتا دیا ہے کہ اگر مجھ سے کچھ حاصل کرنا ہے تو فلاں فلاں موقع پر ان ان الفاظ کے ساتھ سوال کرنا۔ کیا اس کا سیدھا اور صاف یہی مطلب نہیں کہ وہ داتا عطا کرنا اور نوازنا چاہتا ہے۔ سبحان اللہ کیسی اپنائیت بلکہ 'دل ربائی' ہے۔

آمدم بر سر مطلب' جس کیفیت کو خشوع کہتے ہیں اس کی حقیقت یہ ہے:

1) نمازی کا جسم ساکن ہو اس سے عاجزی، انکساری اور ہیبت زدگی ظاہر ہو رہی ہو۔
2) زبان سے مالک کی عظمت و کبریائی اور اپنی نالائقی کا عاجزانہ اظہار ہو رہا ہو اور
3) دل و دماغ بھی اس کی عظمت سے لبریز ہوں اور پوری یکسوئی سے اسی کی طرف متوجہ ہوں۔

Marfat.com

خشوع کی اہمیت

امام غزالیؒ کہتے ہیں جس طرح نماز کے دوران اِدھر اُدھر دیکھنے سے اور مڑنے سے نماز ختم ہو جاتی ہے اسی طرح نمازی کا دل اگر اللہ رب العزت کی طرف سے مڑ کر اِدھر اُدھر دوسری چیزوں کی طرف متوجہ ہو جائے تو خشوع ختم اور نماز بے کار اور بے ثمر ہو جاتی ہے۔

واضح رہے کہ یہ خشوع ہی نماز کی اصل خوبی ہے۔ اسے ہم نماز کی روح بھی کہہ سکتے ہیں۔ جس طرح انسان روح کے بغیر محض ایک لاشہ، مٹی کا ڈھیر اور بیکار محض ہے اسی طرح نماز خشوع کے بغیر نہایت ناقص بلکہ چند حرکات کا مجموعہ ہے۔ نماز کے ثمرات ہمیں اسی لیے حاصل نہیں ہوتے کہ ہم اسے محض عادتاً یا رواجاً پڑھتے ہیں اور اس سے خشوع کا اہم عنصر غائب یا تقریباً غائب ہوتا ہے جیسا کہ عرض کیا گیا روح کے بغیر جسم کی کیا اہمیت ہے۔ بے روح نماز کو بے اثر اور بے ثمر ہونا ہی چاہیے۔

قرآن پاک کی مشہور آیت ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ

(العنکبوت45)

یعنی نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔ اب اگر ہماری نمازوں سے یہ نتیجہ اور فائدہ ظاہر نہیں ہو رہا تو اس کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہماری نمازیں بے روح اور بے جان ہیں۔

Marfat.com

امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ عراق میں بارشیں نہ ہوئیں۔ لوگ خشک سالی اور قحط سے پریشان اور بے حال ہو گئے۔ آخر اکٹھے ہو کر شہر سے باہر نکلے تا کہ نمازِ استسقاء پڑھیں۔ قریب کے قبرستان سے ایک مجذوب فقیر نکلا اور پوچھا کیا ماجرا ہے لوگ کیوں جمع ہو رہے ہیں۔ لوگوں نے کہا ہم بارش کے لیے دعا کرنے نکلے ہیں۔ اس نے کہا "سنو! کھوٹے سکے نہ چلایا کرو، پرکھنے والا بڑا بینا ہے۔"

تو بات یہ ہے کہ ہمارے اعمال کھوٹے، دعائیں اخلاص سے عاری اور نمازیں بے روح اور بے جان ہیں۔ محض اٹھک بیٹھک سے اتنا عظیم الشان نتیجہ کہ مالک راضی ہو جائے۔ رذائل اخلاق سے نجات مل جائے اور کیریکٹر کی قوت حاصل ہو جائے کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔ ع

ایں خیال است و محال است و جنوں

نماز کی حقیقت

قرآن حکیم میں ہے

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (طٰہٰ۔14)

(نماز قائم کرو میری یاد کے لیے) گویا نماز سے مقصود اللہ کی یاد ہے تو جب نماز بے سوچے سمجھے پڑھی جائے..... اس طرح کہ نہ مفہوم و معنی معلوم ہو نہ دل کی حضوری و یکسوئی حاصل ہو تو پھر اسے یاد کیونکر کہا جا سکتا

Marfat.com

ہے اسے تو غفلت کہنا چاہیے جو کہ یاد کی ضد ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

اِنَّمَا الصَّلٰوۃُ تَمَسْکَنٌ وَتَوَاضُعٌ وَ تَبَاوُسٌ وَ اَنْ تَرفَعْ یَدَیكَ فَتَقُولَ اَللّٰھُمَّ اَللّٰھُمَّ وَمَنْ لَمْ یَفْعَلْ فَھِیَ خِدَاجٌ (ترمذی)

(نماز تو مسکینی، تواضع، تضرع، اور بے چارگی کے اظہار کا نام ہے اور اس بات کا کہ تو اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر یارب یارب کہے جو اس طرح نہ کرے اس کی نماز ناقص ہے)

اس گفتگو سے معلوم ہوا کہ نماز کی حقیقت دل کی حاضری اور اظہار عجز و نیاز ہے اگر نماز سے یہ چیز خارج کر دی جائے تو باقی کیا رہ جاتا ہے۔

ایک عجیب نکتہ

امام غزالیؒ نے اِحیاء العلوم میں ایک عجیب نکتہ بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ نماز کے علاوہ دیگر عبادات میں اگر توجہ کی یکسوئی اور دل کی حضوری نہ بھی ہو تو بھی وہ عبادات با معنی ہو سکتی ہیں کیونکہ ان سے نفس کو مشقت اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور مومن کی آزمائش متحقق ہو جاتی ہے مثلاً روزے کو لیجئے اگر روزہ دار روزے کے فلسفے اور حقیقت سے غافل بھی ہو تو محض فاقے سے بھی نفس کو تکلیف ہوتی ہے اور پورا جسمانی نظام متاثر ہوتا ہے۔ حج میں مناسک کی ادائیگی میں خاصی بھاگ دوڑ اور مشقت ہوتی ہے اور

۵۵۳/۷

Marfat.com

مال بھی خرچ ہوتا ہے اور یہ دونوں چیزیں آزمائش کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہی حال جہاد کا ہے۔ زکوٰۃ اور قربانی میں مال خرچ کرنا پڑتا ہے اخلاص نیت ہو یا نہ ہو نفس پر اس کی زد بہر حال پڑتی ہے۔

ان عبادات کے برعکس نماز مناجات ہے، دلی توجہ کے ساتھ اظہار عجز و نیاز ہے اور یہی وہ چیز ہے جس میں انسان کی آزمائش ہے اور جو نفس کے لیے مجاہدے کی حیثیت رکھتی ہے۔ باقی رہے قیام اور رکوع و سجود تو چند منٹ کی اِن حرکات میں کیا مشقت اور کیا امتحان ہے۔ کچھ بھی نہیں۔ بار بار کی تکرار سے اِن کی بھی عادت ہو جاتی ہے اور بسہولت ادا ہو جاتی ہیں۔

باخشوع اور 'بے خشوع' نماز کا فرق

پس خشوع ہی روح نماز ہے۔ اس کی بہت فکر ہونی چاہیے آپ نے کبھی غور کیا کہ خشوع والی اور بغیر خشوع کے نماز میں کیا فرق ہوتا ہے؟ آیئے دیکھتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں یہ فرق کس طرح سمجھایا ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ جس شخص نے نماز کو اس کے وقت پر پڑھا' سنوار کر وضو کیا، اطمینان سے رکوع اور سجدے کئے اور خشوع کا پورا خیال رکھا تو وہ نماز روشن ہو کر اوپر چڑھتی ہے اور دعا کرتی ہے کہ خدا تیری حفاظت کرے جس طرح تو نے میری حفاظت کی ہے۔

(اس کے برعکس) جس شخص نے نماز کو بے وقت پڑھا نہ وضو سنوار کر کیا نہ رکوع و سجود اطمینان سے کئے نہ خشوع کا پورا خیال رکھا تو یہ نماز سیاہ

Marfat.com

رنگ۔[۴۴] ہو کر اوپر جاتی ہے اور کہتی ہے خدا تجھے برباد کرے جس طرح تو نے مجھے برباد کیا۔ پھر جب وہ وہاں پہنچتی ہے جہاں خدا کو منظور ہوتا ہے تو اسے کپڑے کی طرح لپیٹ کر واپس اس نمازی کے منہ پر دے مارا جاتا ہے۔

(طبرانی)

اس حدیث سے 'با خشوع' اور 'بے خشوع' نماز کا فرق واضح ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے قیام، رکوع سجود وغیرہ اعمال تو دونوں صورتوں میں موجود ہیں۔ پس فرق اگر ہے تو کیفیت' اطمینان اور حضوری دل کا ہے اور یہی خشوع ہے اور اسی چیز نے ایک نماز اور دوسری نماز میں زمین وآسمان کا فرق پیدا کر دیا ہے۔ ایک اگر بلندی درجات اور قرب الٰہی کا ذریعہ ہے تو دوسری بربادی ونامرادی کا سبب۔

خشوع والی نماز کی فضیلت پر ایک مختصر حدیث اور سنئے

"جو شخص دو رکعتیں اس طرح پڑھے کہ دل میں دنیا کے خیالات نہ آنے دے تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

(مسند احمد)

یعنی حضوری دل کے ساتھ پڑھے گئے صرف دو نفل نامہ اعمال کی تمام سیاہی دھو ڈالتے ہیں۔ نماز کی فضیلت اور خشوع کی اہمیت پر اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔

---

[۴۴] نماز کے سیاہ رنگ ہونے سے مراد اس کا نور وبرکت سے عاری ہونا ہے۔

Marfat.com

دوسرا باب

خشوع کی تدابیر

سنوار کر وضو کرنا

پر خلوص کوشش

عاجزی وانکساری کا اظہار

تضرع پیدا کرنے کی کوشش

یکسوئی وانہماک

آخرت کی پیشی اور جزاء وسزا کا استحضار

قرآنی آیات میں تدبر

تعدیل ارکان

نماز میں تیز رفتاری سے چھٹکارا کیونکر؟

الوداعی نماز کا احساس

غیر ضروری حرکات سے اجتناب

ہنگامی ضروریات سے فراغت

Marfat.com

یہ تو تھا خشوع کی اہمیت و فضیلت کا مختصر جائزہ۔ آیئے اب موضوع کے اس پہلو پر غور کریں کہ نماز میں خشوع پیدا کرنے کے لیے کیا تدابیر اختیار کی جا سکتی ہیں۔ چند نکات اور تصریحات پیش خدمت ہیں

پہلی تدبیر ..... سنوار کر وضو کرنا

وضو نماز کے لیے پیش شرط بھی ہے اور بجائے خود عبادت بھی حدیث میں ہے کہ وضو کرنے سے ہاتھ پاؤں اور چہرے وغیرہ کے گناہ جھڑ جاتے ہیں حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں "جب بندہ مومن وضو کرنا شروع کرتا ہے تو کلی کرنے پر اس کے منہ کے گناہ نکل جاتے ہیں' ناک جھاڑتا ہے تو ناک کے گناہ خارج ہو جاتے ہیں' چہرہ دھوتا ہے تو چہرے کے گناہ آنکھوں کی پلکوں کے نیچے سے نکل جاتے ہیں اسی طرح جب ہاتھ دھوتا ہے تو دونوں ہاتھوں کے گناہ ناخنوں کے نیچے سے نکل جاتے ہیں (علیٰ ھذا القیاس) سر دھونے سے سر کے گناہ اور پاؤں دھونے سے پاؤں کے گناہ ناخنوں کے نیچے سے نکل جاتے ہیں۔"

(موطا امام مالک)

مطلب یہ ہوا کہ سنوار کر وضو کرنے سے انسان کا صرف ظاہر ہی پاک نہیں ہوتا اس کا باطن بھی گناہوں کے اثرات سے پاک صاف ہو جاتا ہے اور بندہ بارگاہ رب العزت میں حاضری کے لائق ہو جاتا ہے پس وضو خوب سنوار کر کرنا چاہیے۔

Marfat.com

سنوار کر وضو کرنے سے کیا مراد ہے؟

سنوار کر وضو کرنے سے مراد یہ ہے کہ وضو میں ان آداب و شرائط کی پاسداری کی جائے جن کا احادیث میں ذکر آیا ہے ذیل میں ان کا خلاصہ تحریر کیا جاتا ہے:

1) سب سے پہلے ظاہری و باطنی طہارت حاصل کرنے کی نیت کی جائے۔
2) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا جائے۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو نہیں ہوتا۔
3) دونوں ہاتھ اچھی طرح دھوئے جائیں کہ انہی سے بعد میں سارے اعضاء دھونے ہیں انگلیوں کا خلال کیا جائے۔ انگوٹھی پہنی ہو تو اسے ہلا لیا جائے۔
4) کُلّی کر کے منہ کے اندر کا حصہ صاف کیا جائے۔ دانتوں کو مسواک سے صاف کیا جائے۔ منہ کو اس لیے صاف کرنا ہے کہ اس سے قرآن پاک کی تلاوت کرنی ہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنی ہے۔
5) ناک میں پانی ڈال کر اندر کا حصہ اچھی طرح صاف کیا جائے۔ یہ عمل تین مرتبہ کیا جائے۔
6) پورا چہرہ پیشانی سے لیکر ٹھوڑی کے نچلے حصے تک اور دائیں کنپٹی سے بائیں تک دھویا جائے۔ ڈاڑھی کا خلال کیا جائے۔ آنکھوں کا میل وغیرہ صاف کیا جائے اس حدیث کو ذہن میں لایا جائے کہ قیامت کے روز نمازیوں کے چہرے روشن ہونگے۔
7) کہنیوں سمیت دونوں کلائیاں دھوئی جائیں۔ کہنیوں کے کونے پچھلی

Marfat.com

جانب سے بعض اوقات خشک رہ جاتے ہیں اس کا خیال رکھا جائے۔

8) سر کا مسح کیا جائے۔ چونکہ ہر وضو کے ساتھ سر دھونے میں تکلیف اور زحمت تھی اس لیے مسح کی اجازت دے دی گئی۔ کانوں میں گیلی انگلیاں ڈال کر پھیر لی جائیں۔ یہ گویا مشین کی (Oiling) ہے۔

9) دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھوئے جائیں۔ انگلیوں کا خلال کیا جائے۔ ایڑیوں کے پچھلے حصے کا خاص خیال رکھا جائے کہ کہیں خشک نہ رہ جائیں۔

یہ کُل نو عمل ہیں۔ ان سب کو اسی ترتیب سے تین تین بار کرنا ہے ماسوائے مسح کے کہ اس کا ایک مرتبہ کرنا ہی کافی ہے۔

10) آخری اور تکمیلی عمل یہ ہے کہ آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر یہ دُعاء پڑھی جائے۔ اَشْهَدُ اَنْ لاَّ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص یہ عمل کرے اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں جس میں سے چاہے داخل ہو جائے۔

یہ تو صحیح مسلم میں ہے اور ترمذی میں ہے کہ یہ دعاء بھی پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِی مِنَ التَّوَابِيْنَ وَاجْعَلْنِی مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ

(اے اللہ مجھے ان لوگوں میں شامل فرما جو بہت زیادہ توبہ کرنے والے اور بہت زیادہ پاک صاف رہنے والے ہیں)

متعدد احادیث جن میں نماز کی عظمت اور فضیلت بیان کی گئی ہے ان میں سنوار کر وضو کرنا شامل مضمون کیا گیا ہے گویا یہ بھی عبادت کا حصہ ہے طبرانی کی ایک حدیث کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں "جس شخص نے نماز

Marfat.com

کو اس کے وقت پر پڑھا وضو سنوار کر کیا' رکوع اور سجدے اطمینان سے کئے' خشوع کا پورا خیال رکھا تو وہ نماز روشن ہو کر اوپر چڑھتی ہے اور دعا کرتی ہے کہ خدا تیری حفاظت کرے جس طرح تو نے میری حفاظت کی.....الخ

بعض دوسری احادیث میں اس سے بھی زیادہ دو ٹوک اور زور دار انداز اختیار کیا گیا ہے۔

مَنْ تَوَضَّأَ وَاَحْسَنَ الْوُضُوءَ وَصَلّٰی رَکْعَتَینِ لَمْ یُحَدِّثْ فِیْهَا بِشَیْءٍ غُفِرَ لَه' مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِه

(جو شخص وضو کرے اور خوب سنوار کر کرے پھر دو رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ دنیا کی کوئی بات دل میں نہ لائے اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔)

معلوم ہوا کہ ایسی انقلابی نماز جس سے نمازی کے تمام سابقہ گناہ معاف ہو جائیں ایسے ہی وضو سے پڑھی جا سکتی ہے جو مسنون طریقے پر اور خوب سنوار کر کیا گیا ہو یعنی اس میں تمام آداب و شرائط کو ملحوظ رکھا گیا ہو۔

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عمدہ نماز کے لیے عمدہ وضو ضروری ہے جس طرح کہ مضبوط عمارت کیلئے مضبوط بنیاد فراہم کرنا ضروری ہوتا ہے جب وضو کامل طریقے سے اور عمدگی سے کیا جائے گا تب ہی نماز میں دل لگے گا اور خشوع پیدا ہو گا اور نماز کے ثمرات حاصل ہوں گے ناقص وضو کے ساتھ جو نماز پڑھی جائے گی اس میں ذہن پراگندہ رہے گا اور دل میں وساوس کی بھرمار ہو گی۔

اس گفتگو سے کامل طہارت اور سنوار کر وضو کرنے کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

دوسری تدبیر

پرخلوص کوشش

قرآن پاک میں ہے۔

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ (العنکبوت69)

(جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ کریں گے انہیں ہم اپنے راستوں پر ضرور چلا دیں گے اور بے شک اللہ تعالیٰ ایسے خلوص والوں کے ساتھ ہے)

جب طلب سچی اور رکوشش پر خلوص ہو تو اللہ کی مدد شامل حال ہو جاتی ہے اور جتنا اخلاص زیادہ ہو اتنا ہی اللہ سبحانہ' و تعالیٰ کی نصرت اور توفیق زیادہ دستگیری کرتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ کے متعلق ہمارا جس طرح کا گمان ہوتا ہے اور اس کے ساتھ جیسا معاملہ ہوتا ہے وہ بھی اسی طرح کا معاملہ ہمارے ساتھ کرتا ہے۔ رسمی یا منافقانہ طرز عمل باہمی انسانی تعلقات میں تو شاید چل جائے مگر اس ذات کے ساتھ جو ہماری سوچ اور نیتوں سے واقف ہے ظاہر ہے نہیں چل سکتا۔ عراق کے مجذوب صوفی کا قول پھر یاد آ گیا جس نے رسمی دعاو استغفار اور رسمی نماز پر طنز کرتے ہوئے کہا تھا "سنو،

Marfat.com

کھوٹے سکے نہ چلایا کرو پرکھنے والا بڑا بینا ہے۔" ہاں، جو اخلاص کے ساتھ اس کی طرف بڑھے اس کا ہاتھ وہ ضرور تھام لیتا ہے بلکہ رسول کریم ﷺ کے بقول جو اس کی طرف چل کر آئے وہ اس کی طرف دوڑ کر آتا ہے پس کمر ہمت کس لیں اور کھری پونجی لے کر نکلیں انشاء اللہ مایوسی نہ ہوگی۔

آیئے ذرا تاریخ کی ورق گردانی کریں اور دیکھیں کہ رسول اللہ ﷺ اور خیر القرون کے بزرگوں کی نماز کیسی ہوتی تھی اور پھر اپنی نمازوں کا جائزہ لے کر انہیں سنوارنے کی فکر کریں!!

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے مالک کی رضا کے لیے رات کو اتنی دیر تک نماز پڑھا کرتے کہ آپؐ کے پاؤں مبارک پر ورم آجاتا کہا گیا اے اللہ کے رسول آپؐ اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں آپؐ تو معصوم ہیں' فرمایا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ (بخاری)

حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ ایک شب حضور ﷺ میرے ہاں تشریف لائے۔ کچھ دیر بیٹھے باتیں کرتے رہے پھر فرمایا مجھے چھوڑو کہ اپنے رب کی عبادت کروں۔ پھر کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی اور طویل نماز پڑھی۔ قراءت کے دوران ایسی رقت پیدا ہوئی کہ آپؐ رونے لگے اور اتنا روئے کہ آنسو بہہ بہہ کر آپؐ کے سینہ مبارک تک آگئے پھر رکوع میں گئے اور طویل رکوع کیا۔ اس دوران بھی روتے رہے۔ سجدے بھی طویل کئے اور ان میں بھی روتے رہے۔ سجدے سے سر اٹھایا تو اس وقت بھی روتے رہے۔ یہ

Marfat.com

کیفیت جاری رہی حتی کہ حضرت بلالؓ نے آکر نمازِ فجر کے لیے آپؐ کو آواز دی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپؐ اس قدر روتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ آپؐ کے اگلے پچھے گناہ معاف کر چکا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ (بخاری)

معصوم ہونے کے باوجود اس انداز کی عبادت رضائے الٰہی کی سچی طلب ظاہر کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے طفیل ہمیں بھی عبادت کا یہ ذوق و شوق اور لگن عطا فرمائے۔ آمین

ابراہیم ادھمؒ کا شمار کبار اولیاء اللہ میں ہوتا ہے۔ پہلے سلطنت و حکومت کے مالک تھے تخت و تاج کو لات مار کر فقر و زہد اختیار کر لیا۔ ساری ساری رات عبادت کرتے حتی کہ درجہ کمال کو پہنچے ان کے اخلاص و للّٰہیت کا یہ حال تھا کہ نماز سے فارغ ہوتے تو اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ لیتے کسی نے پوچھا ایسا کیوں کرتے ہیں۔ کہنے لگے ڈرتا ہوں کہیں میری نماز میرے منہ پر نہ ماردی جائے۔[۴۴]

---

[۴۴] اشارہ ہے اس حدیث کی طرف جس کا مضمون یہ ہے کہ جو شخص نماز اطمینان اور توجہ سے نہ پڑھے اور رکوع و سجود ٹھیک طرح سے ادا نہ کرے، اس کی نماز اس کے منہ پر دے ماری جاتی ہے۔

Marfat.com

تیسری تدبیر

عاجزی وانکساری کا اظہار

بندے کی طرف سے عاجزی وانکساری کا اظہار اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فَلَہٗ اَسْلِمُوا وَ بَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ○ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ.

(الحج34,35)

(پس تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے' اسی کے تم مطیع فرمان بنو اور اے نبیؐ بشارت دے دو عاجزانہ روش اختیار کرنے والوں کو جن کا حال یہ ہے کہ اللہ کا ذکر سنتے ہیں تو ان کے دل لرز جاتے ہیں)

سورہ ھُود کی ایک آیت ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَاَخْبَتُوا اِلٰی رَبِّھِمْ اُولٰئِكَ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِیْھَا خَالِدُوْنَ.

(ھُود 23)

(جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور اپنے رب کے لیے عاجزانہ روش اختیار کی وہ یقیناً جنتی لوگ ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے)

Marfat.com

اس طرح کی اور کئی آیات ہیں جن میں عاجزانہ روش اختیار کرنے والوں کی تعریف کی گئی ہے۔ تکبر شیوۂ ابلیس اور عاجزی اُسوۂ آدمؑ ہے لہٰذا ہمیں اپنے ازلی دشمن ابلیس لعین کے راستے پر چلنے کے بجائے اپنے باپ آدمؑ کے نقش قدم پر چلنا چاہیے۔ ان سے جب بھول ہو گئی تو عاجزی وانکساری کے ساتھ مالک کے سامنے جھک گئے اور لگے معافیاں مانگنے کہ "اے پروردگار ہم اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے اگر تو نے معاف نہ کیا اور رحم نہ فرمایا تو ہم تباہ ہو جائیں گے۔" چنانچہ اللہ رب العزت نے ان کی خطا معاف کر دی۔

آنحضرت ﷺ کی تلقین کردہ دعائیں خصوصاً وہ دعائیں جو آپ نوافل میں رکوع و سجود میں پڑھتے تھے عاجزی وانکساری کا بہترین نمونہ ہیں مثلاً سجدے میں آپؐ سے یہ دعا پڑھنا مروی ہے:

اَللّٰهُمَّ سَجَدَ لَكَ سَوَادِیْ وَخَيَالِي وَ آمَنَ بِكَ فُؤَادِیْ اَبُوْءُ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَهٰذَا مَا جَنَيْتُ عَلٰى نَفْسِیْ يَا عَظِيْمُ يَا عَظِيْمُ اِغْفِرلِیْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذَّنُوبَ الْعَظِيْمَةَ اِلاَّ الرَّبَّ الْعَظِيْمُ. (حصن حصین)

(اے اللہ میرا ظاہر اور باطن تیرے سامنے سجدہ کناں ہے۔ میرا دل تجھ پر ایمان لایا، مجھے تیری نعمتوں کا اعتراف ہے۔ یہ ہیں میرے گناہ جو میں نے اپنی جان پر کیے، اے عظمت والے اے سب سے بڑے مجھے بخش دے۔ تیرے سوا بڑے گناہوں کو اور کون بخش سکتا ہے اے عظمت والے پروردگار)

Marfat.com

یا مثلاً وہ دعا جو آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو تشہد میں پڑھنے کے لیے سکھائی تھی۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْماً کَثِیْراً وَّلاَ یَغْفِرُ الذُّنُوبَ اِلاَّ اَنْتَ فَاغْفِرلِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ وَ ارْحَمْنِی اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمَ. (بخاری)

(اے اللہ میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کئے ہیں اور گناہوں کو تیرے سوا کون معاف کر سکتا ہے پس میرے گناہوں کو معاف کر دے اور مجھ پر رحم فرما بے شک تو بہت بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔)

نماز ایک طرح کی دعا اور مناجات ہے اور یہ امر مسلم ہے کہ مناجات و دعا کی روح عاجزی و انکساری ہے اس کے بغیر دعا دعا ہی نہیں رہتی۔ ہم جب نماز میں اس طرح کی مسنون اور عاجزانہ انداز کی دعائیں شعوری طور پر پڑھیں گے تو امید قوی ہے کہ خشوع کی کیفیت ضرور پیدا ہو گی اور جس قدر یہ کیفیت زیادہ ہو گی اتنی ہی نماز موثر اور نتیجہ خیز ہو گی۔

Marfat.com

چوتھی تدبیر

تضرع پیدا کرنے کی کوشش

عجز و انکسار جب زیادہ ہو جائے اور اس کی کیفیت گہری ہو جائے تو تضرع کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ تضرع چیخنے چلانے کو نہیں بلکہ ذلت عاجزی اور ضعف کے مضطربانہ اظہار کو کہتے ہیں اور یہ عام طور پر بندے کی طرف سے اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب وہ کسی سخت آزمائش سے دوچار ہو یا کوئی جسمانی یا ذہنی تکلیف و مصیبت اس پر اس طرح مسلط ہو جائے کہ اس سے چھٹکارا پانا بظاہر اس کے بس سے باہر ہو۔ اس وقت وہ فطری طور پر اپنے آپ کو کسی بڑی قوت کا سہارا لینے پر مجبور پاتا ہے اور اللہ رب العزت سے بڑی قوت اس کائنات میں اور کون سی ہو سکتی ہے۔

مومن جس کا توحید پر پختہ یقین ہوتا ہے وہ تو اپنے چھوٹے بڑے تمام امور میں ویسے بھی اللہ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے اور آفات و بلیات میں بھی اسی کے حضور گڑگڑاتا ہے اور تضرع و الحاح کا اظہار کرتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کے بارے میں حضرت عائشہؓ کی روایت ابھی آپ نے پڑھی کہ رات کے نوافل میں آپ کس طرح روتے تھے۔ یہی تضرع ہے اور یہی چیز نماز کو اور دعا کو قیمتی بناتی ہے۔

Marfat.com

قرآن پاک اور احادیث طیبہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ بندے کی طرف سے اضطرار و تضرع کے اظہار سے رحمت باری تعالیٰ بطور خاص اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ چند آیات ملاحظہ ہوں۔

1) اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ

(النمل 62)

(کون ہے جو بے قرار کی دعا سنتا ہے جب کہ وہ اسے پکارے اور کون اس کی تکلیف رفع کرتا ہے؟)

2) اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعاً وَّخُفْیَةً اِنَّه' لاَ یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ

(الاعراف 56-55)

(اور پکارو اپنے رب کو گڑگڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے بے شک وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔)

یہ اضطراب اور تضرع کے ساتھ پکارنا نماز کے اندر بھی ہو سکتا ہے اور نماز سے باہر عام دعا میں بھی۔ جو چیز قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ بندہ جب بھی دوسرے سب دروازے چھوڑ کر شہنشاہ کائنات کے دروازے پر آگرتا ہے اور اس انداز میں گڑگڑاتا ہے جس کی جھلک مندرجہ بالا آیات میں نمایاں ہے تو رحمت حق ضرور اس کی دستگیری کرتی ہے اور اسے مایوس نہیں لوٹاتی۔

Marfat.com

جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو
در کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا

قرآن پاک میں اور نبی رحمت ﷺ کے ارشادات میں زندگی کے مختلف پہلوؤں سے متعلق بہت خوبصورت اور موثر دعائیں موجود ہیں جن میں تضرع کا رنگ نمایاں ہے۔ آپ ان میں سے حسب ذوق منتخب کر کے یاد کر لیں اور موقع اور ضرورت کے مطابق پڑھیں اس سے عبادت میں جان پڑے گی اور لذت و حلاوت محسوس ہو گی۔

یہ گڑگڑانا اور مضطربانہ انداز میں اللہ سے دستگیری کی درخواست کرنا اتنی موثر اور زبردست چیز ہے کہ مومن تو مومن کفار و مشرکین کو بھی بعض اوقات آفت و مصیبت سے بچا لیتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ مَنْ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعاً وَّ خُفْيَةً لَئِنْ اَنْجَانَا مِنْ هٰذَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ ○ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ○ (الانعام 64-63)

(اے نبیؐ ان سے پوچھو صحرا اور سمندر کی تاریکیوں میں کون تمہیں خطرات سے بچاتا ہے؟ کون ہے جس سے تم (مصیبت میں) گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعائیں مانگتے ہو؟ کس سے کہتے ہو کہ اگر اس بلا سے اس نے ہم کو بچا لیا تو ہم ضرور شکر گزار ہوں

Marfat.com

گے..... کہو یہ اللہ ہے جو تمہیں اس سے اور ہر تکلیف سے
نجات دیتا ہے پھر تم دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہو)

گویا گڑگڑانے سے اور مضطربانہ انداز میں بار بار التجا کرنے سے رحمت باری تعالیٰ جوش میں آجاتی ہے اور کافر و مشرک تک اس سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ مومن تو پھر مومن ہے اس کے گڑگڑانے سے رحمت ایزدی کا دروازہ کیوں نہ کھلے گا۔

پانچویں تدبیر

یکسوئی وانہماک

جیسا کہ پہلے بھی بیان ہوا نماز دراصل غلام کی آقا کے دربار میں پیشی ہے اور آقا کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ دنیا اور دنیوی امور کو بارگاہِ ایزدی میں داخل ہونے سے پہلے باہر چھوڑ کر آئے، ان سے ذہن کو خالی کر کے آئے۔ تکبیر تحریمہ کی معنویت یہی ہے کہ اس سے گویا دنیوی کام حرام ہو جاتے ہیں۔ نمازی نے جب دونوں ہاتھ اٹھا کر ان سے دستکش ہونے کا اور اللہ کی بڑائی کا اعلان کیا تو گویا اللہ کے پاس تنہائی میں چلا گیا۔ یہ صورت حال یکسوئی اور انہماک کا تقاضا کرتی ہے۔

رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام کا اور بعد کے بزرگوں میں سے جو

Marfat.com

نماز کی کماحقہ ادائیگی کا اہتمام کرتے تھے ان کا طرز عمل ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کی نماز آنحضرت ﷺ کی نماز سے بہت مشابہت رکھتی تھی۔آپ پر نماز کے دوران ایسی محویت اور استغراق طاری ہو جاتا کہ دنیا ومافیھا سے بالکل بے خبر ہو جاتے۔ قیام اتنا طویل اور پر سکون ہوتا کہ بالکل بے جان ستون معلوم ہوتے۔رکوع و سجود اتنے طویل ہوتے اور ان میں یوں بے حس و حرکت ہو جاتے کہ بعض اوقات چڑیاں اڑ کر ان کی پشت پر آ بیٹھتیں۔

انہوں نے یزید کی بیعت سے انکار کر کے حجاز میں اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔جب حجاج نے مکہ مکرمہ کا محاصرہ کر لیا اور حرم شریف پر سنگباری شروع کر دی تو اس نازک صورت حال میں بھی وہ کعبہ مشرفہ کے پاس نماز ادا کرنے سے گریز نہ کرتے۔ پتھر ان کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے گرتے رہتے مگر ان پر کچھ اثر نہ ہوتا اور وہ پورے انہماک سے نماز میں مشغول رہتے۔

حضرت عباد بن بشرؓ کا واقعہ بھی نہایت اثر آفرین اور عبرت آموز ہے جو مختصراً یوں ہے کہ کسی غزوہ سے واپسی پر رسول کریم ﷺ نے حضرت عباد بن بشرؓ اور عمار بن یاسرؓ کو لشکر اسلام کی حفاظت کے لیے رات کو جاگنے اور پہرہ دینے کا کام سپرد کیا۔رات کا کچھ حصہ گزرا تو دونوں حضرات نے طے کیا کہ بیک وقت دونوں کے جاگنے کی ضرورت نہیں۔ نصف شب تک ایک سوئے اور دوسرا جاگ کر پہرہ دے پھر باقی رات دوسرا سوئے اور

Marfat.com

پہلا جاگ کر پہرہ دے۔ اگر دشمن کی طرف سے حملے کا خطرہ ہو تو جاگنے والا سونے والے کو جگادے۔

اس تقسیم کار کے بعد حضرت عمارؓ سو گئے۔ حضرت عبادؓ نے سوچا کیوں نہ ان لمحات سے فائدہ اٹھایا جائے اور مالک حقیقی کی بارگاہ میں نذرانہ مناجات پیش کیا جائے۔ چنانچہ وضو کیا اور نماز کی نیت باندھ لی۔ پر سکون رات اور تنہائی کا عالم، ذکر الٰہی کے کیف و سرور نے ان کے دل و دماغ کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ دشمن بھی گھات میں تھے۔ ان میں سے ایک شخص نے پہاڑی درے کی طرف سے تاک کر تیر پھینکا۔ چاندنی رات میں حضرت عبادؓ اسے نظر آگئے تھے۔ تیر نشانے پر لگا اور حضرت عبادؓ کے جسم سے خون کی دھار بہہ نکلی۔ انہوں نے تیر کو نکال کر پھینک دیا اور نماز جاری رکھی۔ دشمن نے اپنے ترکش سے دوسرا تیر نکالا اور نشانہ باندھ کر چھوڑ دیا یہ بھی حضرت عبادؓ کے جسم میں پیوست ہو گیا اور خون کا فوارہ بہہ نکلا۔ انہوں نے تیر نکال کر پرے پھینک دیا اور نماز عشق جاری رکھی۔ تیسری مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا۔ بالآخر جب نماز تکمیل کو پہنچی تو انہوں نے حضرت عمارؓ کو جگایا۔ وہ انہیں لہولہان دیکھ کر دنگ رہ گئے اور کہا تم نے مجھے پہلے کیوں نہ جگادیا۔ عبادؓ کہنے لگے میں سورہ کہف کی تلاوت کر رہا تھا۔ جی نہ چاہا کہ اسے مکمل کئے بغیر نماز ختم کر دوں۔ ادھر دشمن کو بھی اندازہ ہو گیا کہ یہ اکیلے نہیں ان کے ساتھ اور بھی ہیں تو پیچھے ہٹ گیا۔

یہ تھا صحابہ کرام کا نماز میں انہماک اور تلاوت قرآن کا ذوق و شوق!

Marfat.com

چھٹی تدبیر

آخرت کی پیشی اور جزاو سزا کا استحضار

حصول خشوع کی ایک تدبیر یہ ہے کہ نماز کے دوران قیامت کے روز خدا کے سامنے پیش ہونے کا منظر مستحضر رکھا جائے اور ایسی آیات کی تلاوت کی جائے جن میں قیامت کی ہولناکی اور جزاو سزا کا تذکرہ ہو مثلاً میزان میں اعمال کا تولا جانا، مجرموں اور اہل جہنم سے خدا کی باز پرس، ان کا آپس میں مکالمہ اور مختلف قسم کی سزاؤں کا بیان وغیرہ۔ ایسی آیات جب شعوری طور پر پڑھی جائیں گی اور دھیان سے اور توجہ کی یکسوئی سے پڑھی جائیں گی تو نمازی کے دل و دماغ پر ان کا اثر ہوگا اور خشوع کی کیفیت پیدا ہو گی۔

سیرت کی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ اپنی نمازوں میں خشوع پیدا کرنے کے لیے یہی تدبیر اختیار کیا کرتے تھے۔ یعنی ایسی آیات کی قراءت کرتے جن میں آخرت کے احوال کا تذکرہ ہوتا یوں طبیعت میں رقت پیدا ہو جاتی اور آپ رو پڑتے اور دوسروں کو بھی متاثر کرتے ایک مرتبہ نماز میں قراءت کے دوران جب اس آیت پر پہنچے :

Marfat.com

وَ اِذَا اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَاناً ضَيِّقاً مُقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوراً

(الفرقان13)

(جس روز گنہگاروں کو زنجیروں میں جکڑ کر دوزخ کی ایک تنگ جگہ میں ڈال دیا جائے گا تو موت موت پکاریں گے)

تو طبیعت پر اس قدر اثر ہوا اور ایسا خشوع طاری ہوا کہ رو رو کر ہچکی بندھ گئی اور حالت غیر ہو گئی۔

ایک مرتبہ فجر کی نماز پڑھا رہے تھے اور سورۂ یوسف کی تلاوت کر رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے جہاں حضرت یعقوب علیہ السلام کی اپنے بیٹے یوسفؑ کی جدائی کا ذکر ہے تو بے اختیار ہو کر زار و قطار رونے لگے اور قرأت جاری رکھنا مشکل ہو گیا مجبوراً رکوع میں چلے گئے۔ آیت یہ تھی:

وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰاَسَفٰى عَلٰى يُوسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ (یوسف84)

(یعقوبؑ ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے "ہائے یوسف" وہ دل ہی دل میں غم سے گھٹے جا رہے تھے اور رو رو کر ان کی آنکھیں سفید ہو گئی تھیں)

Marfat.com

ساتویں تدبیر

قرآنی آیات میں تدبر

تدبر غور و فکر کرنے اور الفاظ کے مغزِ و معنی کی تفصیل پر دھیان دینے کو کہتے ہیں۔ قرآن مجید شہنشاہ کائنات کا کلام ہے۔ اس میں ہمارے لیے ہدایت اور عبرت و نصیحت کا سامان ہے۔ ضروری ہے کہ اسے ٹھہر ٹھہر کر سنوار کر اور سمجھ کر پڑھا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ترتیل سے پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

وَ رَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرتِیلاً (المزمل 4)

(اے نبیؐ قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو)

نیز متعدد مقامات پر اس کی آیات پر تدبر کرنے کا حکم دیا ہے۔ مثلاً سورہ صؔ میں ہے۔

کِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ اِلَیكَ مُبَارَكٌ لِیَدَّبَّرُوا آیَاتِهِ
وَ لِیَتَذَکَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِo (صؔ 29)

(اے نبیؐ یہ بابرکت کتاب ہم نے تمہاری طرف اس لیے نازل کی ہے تاکہ لوگ اس کی آیات پر تدبر کریں اور عقل والے اس سے سبق حاصل کریں)

Marfat.com

آیئے دیکھتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ اور اس کے بعد پڑھی جانے والی آیات وسُوَر پر نمازی کو کس طرح تدبر کرنا چاہیے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم پڑھیں تو یہ خیال کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سراسر رحمت و محبت ہے مجھ پر اس کے جو بے شمار احسانات ہیں وہ صفت رحمت ہی کا نتیجہ ہیں۔ میں اپنی نماز کا آغاز اسی کے مبارک نام سے کرتا ہوں۔

اَلْحَمدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ پڑھیں تو دو باتیں ذہن میں آنی چاہئیں ایک اللہ کی رب العالمینی کا خیال یعنی یہ خیال کہ کائنات میں ہزار ہا قسم کی جو ان گنت مخلوق ہے اس سب کا پرورش کرنے والا اور ان کی حفاظت کرنے والا تنہا وہی ہے۔ دوسرے یہ کہ ہر طرح کی حمد و ثنا کا تنہا وہی مستحق ہے کیونکہ جہاں کوئی خوبی و کمال ہے وہ اسی کی عطا ہے۔

مَالِكِ يومِ الدِّين اس آیت مبارکہ میں اظہار جلال ہے۔ ان الفاظ سے ذہن اس آیت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جس میں روز قیامت اللہ تعالیٰ کے جلال و ہیبت کا تذکرہ ہے جب تمام مخلوق اپنا حساب دینے کے لیے میدان حشر میں جمع ہو گی اور لرزاں و ترساں ہو گی تو ایک پر جلال آواز آئے گی۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَومَ (آج کس کی بادشاہت ہے؟) ہر متنفس ہیبت زدہ اور دم بخود ہو گا کوئی لب ہلانے کی جرأت نہ کرے گا۔ پھر وہی آواز آئے گی لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهّار (آج اقتدار اور بادشاہت اس اللہ کی ہے جو زبردست

Marfat.com

غلبے والا ہے)

پس مَالِكِ يَومِ الدِّيْن پڑھتے وقت کل کی پیشی کا احساس ہونا چاہیے

اِيَاكَ نَعْبُدْ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اے رب کائنات بھلا اور کون اس کا مستحق ہے کہ یہ سر اس کے سامنے جھکایا جائے اور دست سوال دراز کیا جائے میرا ملجا وماویٰ تیری اور صرف تیری ذات پاک ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ اے اللہ ہمیں سیدے راستے پر چلا جو ہمیں تجھ تک پہنچادے۔ 'ہدایت' ایک جامع لفظ ہے جسے ہدایت مل گئی اسے سب کچھ مل گیا جو اس سے محروم رہا وہ گویا ہر بھلائی سے محروم رہا۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّالِّيْنَ.

یہ 'ہدایت' کی وضاحت ہے۔ ہدایت وہ طرز عمل ہے جس کا مظاہرہ انبیاء 'صدیقین' شہداء اور صالحین نے کیا۔ گمراہی وہ طرز عمل ہے جس کا مظاہرہ کفار اور یہود و نصاریٰ نے کیا۔ اے پروردگار ہمیں اول الذکر گروہ کے راستے پر چلادے اور کافروں اور افراط و تفریط والوں کی راہ سے بچالے۔

آمین۔ اے اللہ یہ دعا قبول فرمالے۔

سورۂ فاتحہ ختم ہوئی۔ اب آپ نے قرآن مجید کی کوئی اور سورت ساتھ ملانی ہے۔ اسے بھی اسی طرح ٹھہر ٹھہر کر اطمینان سے پڑھیں اور

Marfat.com

تدبر کرتے ہوئے آگے بڑھیں۔آیات رحمت پر سے گزر ہو توذرا رک کر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے لطف وکرم کی دعا کریں۔ عذاب آخرت کا ذکر آئے تو اللہ کے عذاب اور ناراضگی سے پناہ طلب کریں۔ رسول اکرم ﷺ اور بزرگان دین کا یہی طریقہ رہا ہے نیز جس طرح کا آیت کا مضمون ہو اس کے مطابق ہی پڑھنے والے کا لہجہ بھی ہونا چاہیے مثلاً جہاں عذاب کا یا دھمکی کا انداز ہو وہاں نمازی اپنی آواز کو پست کر لے۔اور لہجہ غمزدہ آدمی کا سا بنالے۔

بعض آیات ایسی ہیں جن کا جواب دینے کا حکم ہے مثلاً سورۂ وَالتِینِ وَ الزَّیْتُونِ پڑھتے ہوئے جب ہم اس آیت پر پہنچیں اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحَاکِمِیْنَ (کیا اللہ احکم الحاکمین نہیں ہے ؟) تو یہاں رک کر کہنا چاہیے بَلیٰ (کیوں نہیں' یقیناً ہے) یا مثلاً سورۂ الْغَاشِیَہ کے آخر میں جب ہم اس آیت پر پہنچیں اِنَّ اِلَیْنَا اِیَابَھُمْ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَھُم (بالآخر انہیں ہماری ہی طرف پلٹنا ہے پھر ان کا حساب لینا ہمارے ہی ذمے ہے) تو اس موقع پر یہ کہنا آنحضور ﷺ سے ثابت ہے اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِی حِسَابًا یَّسِیْرًا (اے اللہ میرے حساب میں آسانی فرمانا)

اسی طرح بعض دوسری آیات کا جواب دینا بھی حدیث سے ثابت ہے تو بات ہو رہی تھی کہ آیات پر تدبر کس طرح کرنا ہے۔ ہم ایک اور مثال سے مزید وضاحت کریں گے۔ فرض کیجئے آپ سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ الفیل کی قراءت کرتے ہیں۔

Marfat.com

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيلِ ○ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ○ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْراً اَبَابِيْلَ ○ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ○ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاكُوْلٍ○

(تم نے غور نہیں کیا تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔ کیا اس نے ان کی تدبیر کو اکارت نہیں کر دیا اور ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیئے جو ان پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر پھینک رہے تھے پھر ان کا یہ حال کر دیا جیسے جانوروں کا کھایا ہوا بھوسا ہو)

اب آپ ایک ایک آیت پڑھتے ہوئے قصے کا پس منظر اور واقعات ذہن میں لائیے۔ اَصْحَابِ الْفِيْل کے الفاظ پر ان ہاتھیوں کے لشکر کا تصور کیجئے جو کعبہ کو ڈھانے آئے تھے۔ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ پڑھیں تو چڑیوں کے جھنڈ کے جھنڈ تصور میں لائیے جو یلغار کرتے ہوئے ابرہہ کے لشکر پر چھا گئے تھے۔ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِنْ سِجِّيْلٍ پڑھتے ہوئے چشم تصور سے یہ مشاہدہ کیجئے کہ چڑیاں چونچوں اور پنجوں میں پکڑے ہوئے کنکر کافروں کے لشکر پر پھینک رہی ہیں۔ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاكُوْلٍ کے الفاظ پر ان کے انجام کا خیال دل میں یوں لائیے کہ مویشیوں کا پس خوردہ اور لتاڑا ہوا چارہ کیسا ہوتا ہے۔

Marfat.com

اس کے ساتھ ساتھ اللہ رب العزت کی قوت قاہرہ کا تصور کیجئے کہ وہ کس طرح متکبر اور سرکش انسانوں کا خواہ وہ بظاہر کس قدر طاقتور ہوں تیا پانچہ ایک معمولی تدبیر سے آناً فاناً کر سکتا ہے۔

حضرات، اگر ہم سورۃ فاتحہ اور اس کے بعد عام طور پر پڑھی جانے والی سورتوں کا ترجمہ سیکھ لیں اور نماز میں انہیں ٹھہر ٹھہر کر اور مذکورہ طریقے پر تدبر کرتے ہوئے اور ان کا اثر قبول کرتے ہوئے پڑھیں تو کوئی وجہ نہیں کہ نماز میں خشوع پیدا نہ ہو اور وہ جاندار اور موثر نہ ہو جائیں۔

آٹھویں تدبیر

تعدیل ارکان

اللہ تعالیٰ کو بندوں کے ایسے اعمال پسند ہیں جو سنوار کر کئے گئے ہوں اور حسن و خوبی سے متصف ہوں۔ قرآن پاک میں ہے۔

خَلَقَ الْمَوتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً

(الملک 2-1)

(اللہ نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے کہ تم میں سے زیادہ خوبصورت عمل کس کے ہیں۔)

دیکھئے یہ نہیں فرمایا کہ زیادہ عمل کس کے ہیں بلکہ فرمایا خوبصورت

Marfat.com

عمل کس کے ہیں گویا اللہ کو ہماری طرف سے صرف اعمال نہیں خوبصورت اعمال مطلوب ہیں۔ ہم اپنی نمازوں کو کس طرح موثر اور خوبصورت بنائیں؟ یہی ہماری گفتگو کا مرکزی موضوع ہے۔ اس ضمن میں اب ہم تعدیل ارکان کا ذکر کریں گے۔

تعدیل بمعنی توازن و اعتدال دو باتوں کو شامل ہے۔ ایک یہ کہ اعمال نماز میں سے ہر عمل کو ٹھہر ٹھہر کر اطمینان سے ادا کیا جائے عجلت اور تیز رفتاری سے پڑھے جانے والے اذکار و آیات پر تفکر و تدبر ممکن نہیں ہوتا۔ جملے اور الفاظ غیر شعوری طور پر، سرعت کے ساتھ یکے بعد دیگرے زبان سے ادا ہوتے چلے جاتے ہیں، ذہن الفاظ پر ٹک ہی نہیں سکتا۔

تعدیل کا دوسرا تقاضا یہ ہے کہ ارکان و اعمال باہم متوازن و متناسب ہوں مثلاً ایسا نہ ہو کہ رکوع بہت مختصر اور سجدہ بہت طویل ہو یا قومہ (رکوع کے بعد کھڑے ہونے کا وقفہ) بس برائے نام ہی ہو اور نمازی رکوع سے سر اٹھاتے ہی سجدے میں گر پڑے۔ نماز میں حسن اسی صورت میں پیدا ہوگا جب نماز کے تمام اعمال باہم متناسب و متوازن بھی ہوں اور ادا بھی ٹھہر ٹھہر کر اطمینان سے کئے جائیں۔

عہد نبوی کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک آدمی نے مسجد نبوی میں نماز پڑھی۔ نبی اکرم ﷺ بھی قریب ہی تشریف فرما تھے نمازی نے جلدی جلدی نماز ادا کی پھر آنحضرت ﷺ کے قریب آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔

Marfat.com

آپؐ نے اسے فرمایا لوٹ جا اور دوبارہ نماز پڑھ کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ راوی حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ اس شخص نے تین یا چار مرتبہ نماز پڑھی کیونکہ حضور ﷺ ہر مرتبہ فرماتے کہ پھر نماز پڑھ تیری نماز نہیں ہوئی۔ آخر اس نے عرض کیا حضورؐ مجھے سکھایئے کس طرح پڑھوں آپ نے فرمایا ہر رکن کو اطمینان و سکون سے ٹھہر ٹھہر کر ادا کر۔ آپ نے قومے، جلسے، رکوع اور سجدے کا علیحدہ علیحدہ ذکر کیا اور ہر ایک کو اطمینان و سکون سے ادا کرنے کا حکم دیا۔ یہ واقعہ حدیث کی صحیح ترین کتابوں بخاری اور مسلم دونوں میں موجود ہے۔

آپ نے غور فرمایا اس آدمی کی نماز میں کیا خامی تھی۔ وہ نماز کو جلدی جلدی اور سر سے بوجھ اتارنے کے انداز میں پڑھتا تھا۔ آپ ﷺ نے اسے تاکید فرمائی کہ نماز کے سارے اعمال ٹھہر ٹھہر کر اور سنوار کر ادا کرے۔ یہی تعدیل ہے اس کے بغیر نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول نہیں ہوتی۔

تعدیل ارکان کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کی رائے

حضرت مجدد الف ثانیؒ تعدیل ارکان کے ضمن میں اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔ "حضرت رسالت مآب ﷺ ایک نمازی کے پاس سے گزرے دیکھا کہ ارکان قومہ، جلسہ وغیرہ کو ٹھیک طرح سے ادا نہیں کر رہا تو فرمایا گر تو اسی عادت پر مر گیا تو قیامت کے دن میری امت میں نہ اٹھے گا۔"

Marfat.com

ایک اور روایت نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"زید بن وہب نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہا ہے اور رکوع و سجود وغیرہ ٹھیک طرح سے ادا نہیں کر رہا۔ آپ نے اسے بلا کر پوچھا تو کب سے اس طرح کی نماز پڑھ رہا ہے ؟ اس نے کہا چالیس سال سے فرمایا اس چالیس سال کے عرصے میں تیری کوئی نماز نہیں ہوئی۔ اگر تو مر گیا تو نبی ﷺ کی سنت پر نہ مرے گا۔"

ذرا آگے چل کر مکتوب الیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں "پس چاہیے کہ تعدیل ارکان یعنی رکوع سجود اور قومہ، جلسہ کی بخوبی ادائیگی میں کوشش کی جائے اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید کی جائے کیوں کہ اکثر لوگ اس دولت سے محروم ہیں اور یہ عمل متروک ہوتا جا رہا ہے۔ اس عمل کا زندہ کرنا دین کی ضروریات سے ہے۔"

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص میری کسی مردہ سنت کو زندہ کرتا ہے اسے سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔"

(مکتوب نمبر 69 دفتر دوم)

یہ بھی ضروری ہے کہ نماز میں پڑھے جانے والے الفاظ کو نمازی زبان سے ادا کرے۔ ہونٹ ہلائے بغیر دل ہی دل میں پڑھنا درست نہ ہوگا۔ نماز انفرادی ہو تو پھر موقع چاہے قیام کا ہو یا تشہد کا، رکوع کا ہو یا سجدے کا الفاظ کو اس طرح ادا کرنا چاہیے کہ پڑھنے والے کے اپنے کان انہیں سنیں۔

Marfat.com

نیز ہمیشہ ایک ہی سورت مثلاً سورۂ اخلاص کی تکرار نہ کی جائے سورۂ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورتوں کو بدل بدل کر پڑھنا چاہیے۔ اس طرح قراءت میں مشینی انداز ختم ہوگا اور شعوری طور پر پڑھنے کا رجحان پیدا ہوگا۔

نماز میں تیز رفتاری کی عادت سے کیونکر چھٹکارا حاصل کیا جائے؟

نماز میں تیز رفتاری کی عادت نہایت ناپسندیدہ ہے۔ اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ

1) آیات واذکار کے مفہوم کو سمجھتے ہوئے ایک ایک جملے کو ٹک کر پڑھتے ہوئے آگے بڑھا جائے۔ نمازی ہر جملہ ارادے سے پڑھے نہ کہ یاد سے

2) انفرادی نمازوں میں رکوع اور سجدے میں صرف تین مرتبہ تسبیح پڑھنے پر اکتفانہ کیا جائے بلکہ پانچ یا سات یا دس مرتبہ پڑھی جائیں اور ٹھہر ٹھہر کر اطمینان سے پڑھی جائیں۔

3) وہ دعائیں اور اذکار یاد کر کے پڑھنے کو معمول بنایا جائے جو رسول اللہ ﷺ رکوع و سجود وغیرہ میں پڑھتے تھے مثلاً قومے میں رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کے بعد یہ دعا پڑھی جائے۔ حَمْداً كَثِيْراً طَيِّباً مُبَارَكاً فِيْهِ (ایسی تعریف جو کثرت والی ہے پاکیزہ ہے اور برکت والی ہے) دونوں سجدوں کے درمیان پڑھنے کے لیے یہ دعا سکھائی گئی ہے۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَ عَافِنِيْ وَ اهْدِنِيْ وَ ارْزُقْنِيْ (اے اللہ

Marfat.com

میری بخشش فرما، مجھ پر رحم فرما، مجھے عافیت، ہدایت اور رزق عطا فرما) علی ھذا القیاس۔ دعاؤں کی تفصیل کے لیے کسی حدیث کی کتاب سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

4) ''......اور 'رکوع سجود' اور قومہ و جلسہ' کو اطمینان سے ادا کرنا چاہیے یعنی رکوع کے بعد سیدھا کھڑے ہو کر ایک تسبیح کی مقدار رکنا چاہیے اور دو سجدوں کے درمیان ایک تسبیح کی مقدار بیٹھنا چاہیے تاکہ قومہ اور جلسہ میں اطمینان حاصل ہو۔ جو شخص ایسا نہ کرے وہ چوروں میں داخل ہے۔'' ؎

یہ اقتباس حضرت مجدد الف ثانی ؒ کے ایک مکتوب سے اخذ کیا گیا ہے۔ جلد بازی کی عادت ختم کرنے کے لیے یہ ایک عمدہ تدبیر ہے اور احادیث ہی سے اخذ کی گئی ہے یعنی ایک رکن ختم ہونے پر فوراً دوسرا نہ شروع کیا جائے۔ قیام میں قراءت مکمل ہونے پر فوراً رکوع میں جانے کے بجائے ذرا توقف کیا جائے، رکوع کی تسبیحات پڑھ لینے کے بعد فوراً قومے کے لیے کھڑا ہونے کے بجائے معمولی سا توقف کر لیا جائے۔ یوں اعمال نماز میں ایک طرح کا ٹھہراؤ اور وقار پیدا ہوگا۔ حضرت مجدد نے صرف قومے اور جلسے کے توقف کا ذکر کیا ہے اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ عام طور پر لوگ اسی میں کوتاہی کرتے ہیں۔

؎ اشارہ ہے اس حدیث کی طرف جس کا مضمون یہ ہے کہ بدترین چور وہ ہے جو نماز میں چوری کرے۔

Marfat.com

نویں تدبیر

الوداعی نماز کا احساس

رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے۔

اِذَا صَلَّیْتَ فَصَلِّ صَلٰوۃَ مُوَدِّعٍ

(جب نماز پڑھو تو اس طرح پڑھو جیسے یہ تمہاری زندگی کی آخری نماز ہو)

بڑی حکیمانہ بات ہے مراد یہ ہے کہ ہر نماز دل لگا کر اور خوب سنوار کر پڑھنی چاہیے۔ دل کو یوں سمجھایا جائے کہ ہو سکتا ہے آج کا دن میری زندگی کا آخری دن ہو اور یہ نماز زندگی کی آخری نماز ہو شاید اس نماز کے بعد پھر نماز پڑھنے کا موقع نہ ملے۔ جس نماز کے بارے میں پڑھنے والے کو معلوم ہو کہ وہ اس کی زندگی کی آخری نماز ہے ظاہر ہے اس میں انتہا درجے کی عاجزی وانکساری اور بے چارگی و شکستگی ہو گی، یکسوئی ہو گی، اخلاص ہو گا اور قبولیت کی تڑپ ہو گی، دل ودماغ کی پوری توجہ صرفِ دعا ہو جائے گی۔ بھلا جس نماز میں یادعا میں یہ عناصر جمع ہو جائیں اس کی قبولیت میں کیا شک ہو سکتا ہے وہ تو ایک مثالی نماز ہو گی۔

حاتم بلخیؒ ایک مشہور صوفی گزرے ہیں ان سے کسی نے پوچھا آپ

Marfat.com

نماز کس طرح پڑھتے ہیں کہنے لگے پہلے اطمینان سے وضو کرتا ہوں پھر جائے نماز پر کھڑا ہوتا ہوں تو یہ تصور کرتا ہوں کہ موت کا فرشتہ گویا میرے سر پر کھڑا ہے اور یہ میری زندگی کی آخری نماز ہے اس کے بعد شاید ہی نماز پڑھنے کا موقع ملے۔ اس کے بعد نہایت عاجزی سے تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرتا ہوں اور آیات کے مفہوم و معنی پر تدبر کرتے ہوئے سنوار سنوار کر قرأت کرتا ہوں دل میں یہ امید ہوتی ہے کہ انشاء اللہ میری نماز قبول ہو گی لیکن ساتھ ہی فکر مندی بھی ہوتی ہے کہ کہیں نماز رد ہی نہ کر دی جائے۔

دسویں تدبیر

غیر ضروری حرکات سے اجتناب

نماز میں بلا ضرورت ڈاڑھی یا سر کھجانے، کنکھیوں سے اِدھر اُدھر دیکھنے، کپڑوں کو بار بار درست کرنے، بالوں پر ہاتھ پھیرنے، آگے یا پیچھے حرکت کرنے، کھانسنے اور جمائیاں لینے، انگلیاں چٹخانے اور اسی طرح کی دوسری حرکات سے اجتناب کرنا چاہیے۔ چھینک اور جماہی کو روکنے کے لیے بایاں ہاتھ یا کپڑا وغیرہ منہ پر رکھنا چاہیے۔ مذکورہ حرکات سے اجتناب اس لیے ضروری ہے کہ یہ نماز سے باہر کے اعمال ہیں اور خشوع کے منافی ہیں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ نمازی ان امور کی طرف متوجہ ہے اور نماز کے

Marfat.com

الفاظ و معانی کی طرف سے غافل ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو نماز کے دوران ڈاڑھی سے کھیلتے دیکھا تو فرمایا تھا۔

لَوْ خَشَعَ قَلْبُه، لَخَشَعَتْ جَوَارِحُه،

(اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء سے بھی اس کا اظہار ہوتا)

نماز تو نام ہی تواضع اور تضرع کا اور ڈرنے اور شرمندہ ہونے کا ہے ظاہر ہے حرکات اس صورت حال سے مطابقت نہیں رکھتیں۔

تکبیر تحریمہ کو تکبیر تحریمہ کہتے ہی اس لیے ہیں کہ اس سے دنیوی باتیں اور کام حرام ہو جاتے ہیں۔ نماز میں حرکات ویسے بھی عظیم آقا کے سامنے خلاف ادب ہیں دنیوی افسر اور حاکم کے سامنے بھی ایسی حرکات سے اجتناب کیا جاتا ہے تو اللہ تو مالک حقیقی ہے شہنشاہ کائنات ہے اس کے سامنے ایسی حرکات کیونکر روا ہو سکتی ہیں۔ جی ہاں، اس دربار کی حاضری کے بھی کچھ آداب ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ پوری طرح اسی طرف متوجہ رہا جائے، یکسوئی اختیار کی جائے اور خلاف ادب کوئی حرکت نہ کی جائے۔

شیخ محمد بن نصر ایک محدث گزرے ہیں نماز بہت محویت اور استغراق سے پڑھتے تھے قیام میں یوں بے حس و حرکت کھڑے رہتے جیسے لکڑی کا ستون ہو۔ کہتے ہیں ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک بھڑ اڑتی ہوئی آئی اور ان کی پیشانی پر بیٹھ گئی اور اس زور سے کاٹا کہ خون نکل آیا مگر انہوں نے ذرا جنبش نہ کی نہ خشوع میں فرق آیا اور اسی حال میں نماز مکمل ہوئی۔

Marfat.com

گیارہویں تدبیر

ہنگامی ضرورتوں سے فراغت

اگر نمازی کو کوئی ایسا کام درپیش ہو جو اس کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ رہا ہو اور نماز کو جلد ختم کرنے کا تقاضا کر رہا ہو مثلاً بھوک، پیاس یا حوائج ضروریہ لاحق ہوں یا کوئی اور ہنگامی مشکل آڑے آجائے تو بہتر یہ ہوگا کہ پہلے اس سے فراغت حاصل کر لی جائے تاکہ نماز کے دوران اس طرف توجہ مبذول نہ ہو اور نماز اطمینان سے ادا کی جا سکے۔ (بخاری مسلم)

اگر ان فطری تقاضوں کی طرف متوجہ ہونے سے نماز باجماعت سے محروم بھی ہونا پڑے تو گوارا کر لیا جائے اور بعد میں کسی کو ساتھ ملا کر یا پھر اکیلے ہی نماز ادا کر لی جائے۔ اسی طرح نیند کے غلبے کے وقت نماز پڑھنا بھی درست نہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کیونکہ ایسی نماز میں اطمینان اور یکسوئی ممکن نہیں ہوتی۔ سنت یا نفل کی صورت میں نماز ترک کر کے سو جانا چاہیے۔ بعد میں جب طبیعت پر سکون ہو تو کسی وقت نوافل پڑھے جا سکتے ہیں۔ ظاہر ہے وقت کی قید فرض نماز کے لیے ہے نہ کہ نوافل کے لیے۔

Marfat.com

تیسرا باب

حضوری دل

تبتل کا مفہوم

خلوت گزینی

یکسوئی کی اہمیت

تکبیر تحریمہ کی معنویت

نمازِ تہجد..... حضوری دل کا بہترین موقع

حدیث احسان

نماز معراج المومنین کس طرح ہے؟

Marfat.com

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے لاَ صَلوٰۃَ اِلاّ بِحُضُورِ الْقَلْبِ (نہیں کامل ہوتی نماز مگر حضور قلب کے ساتھ) اور حضوری خلوت اور یکسوئی کا تقاضا کرتی ہے۔ سورۃ المزمل میں اس یکسوئی کے لیے "تَبَتُّل" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلاً

(اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرو اور ہر طرف سے بے تعلق ہو کر اس کی طرف متوجہ اور یکسو ہو جاؤ) (المزمل 8)

تَبَتُّل کی ایک صورت خلوت گزینی ہے یعنی ذاکر ذکر و فکر کے لیے ایسی تنہائی تلاش کرے جہاں اس کے شغل میں کوئی چیز مخل نہ ہو۔ نبی مکرم ﷺ کے قبل از بعثت غارِ حراء میں فروکش ہونے کو اس کے لیے بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے۔

صوفیہ کہتے ہیں کہ جب سالک اپنے ظاہری حواس کو بند کر لیتا ہے تو اس کے باطنی حواس کھل جاتے ہیں۔

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند
گر نہ بینی نورِ حق برما بخند

(اپنی آنکھیں کان اور ہونٹ بند کر لے، پھر بھی جلوۂ حق نظر نہ آئے تو ہم پر ہنس لینا)

نماز میں تبتل یہ ہے کہ جسم کے تمام اعضاء ذکر اور مذکور (جس کا ذکر کیا جا رہا ہے) کی طرف متوجہ ہو جائیں خصوصاً دل و دماغ ماسوی اللہ کی طرف سے ہٹ جائیں اور مطلوب و مقصود پر مرتکز ہو جائیں۔

Marfat.com

یکسوئی کی اہمیت

گویا نماز میں یکسوئی دو طرح کی ہوتی ہے ظاہری یا جسمانی یکسوئی اور باطنی یا دل و دماغ کی یکسوئی

1) جسم کی یکسوئی

جسم کی یکسوئی یہ ہے کہ جسم کے تمام اعضاء قبلہ رخ، ساکن اور مودب ہو جائیں اور معبود حقیقی کی طرف متوجہ ہو جائیں پیشانی سے لے کر پاؤں کی انگلیوں تک جسم کا ہر ہر حصہ عبادت اور ذکر الٰہی میں شامل ہو جائے۔

واضح رہے کہ جسم کے تمام اعضاء پر شیطانی اثرات موجود ہوتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ شیطان انسان کے پورے جسم میں خون کے ساتھ گردش کرتا ہے۔ پس جب ہم تمام اعضاء کو معبود حقیقی کی طرف متوجہ اور یکسو کر دیتے ہیں اور ذکر الٰہی کا مقید اور پابند کر دیتے ہیں تو گویا جسم کا ذرہ ذرہ عبادت میں مصروف ہو جاتا ہے، ظلمت زائل ہو جاتی ہے اور اس کی جگہ نورانیت پیدا ہوتی ہے مگر یہ کام آسان نہیں بڑی توجہ اور محنت کا متقاضی ہے۔

قرآن پاک میں متعدد مقامات پر قیام نماز کے لیے 'محافظت' کا لفظ استعمال ہوا ہے جو بہت معنی خیز ہے مثلاً سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے۔

Marfat.com

حَافِظُوا عَلیَ الصَّلَوَاتِ وَ الصَّلٰوۃِ الْوُسْطَیٰ وَقُوْمُوا لِلّٰہِ قَانِتِیْن

(اپنی نمازوں پر محافظ اور نگہبان بنے رہو، خصوصاً درمیانی نماز کی حفاظت کرو اور اپنے آپ کو پوری محویت میں قائم رکھو)

(البقرہ238)

2) دل و دماغ کی یکسوئی

یکسوئی کا دوسرا پہلو باطنی یا دل و دماغ کی یکسوئی ہے۔ یہ چیز ظاہری یکسوئی سے بھی زیادہ اہم ہے۔ کامل نماز وہی ہوتی ہے جس میں دل و دماغ کو غیر اللہ کے خیالات سے ہٹا کر اللہ کے ذکر اور اس کی ذات کے تصور کی طرف پھیر دیا جائے۔ یہی مطلب ہے۔

لاَ صَلٰوۃَ اِلاَّ بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ کا

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر نمازی کو دلی یکسوئی حاصل ہو جائے تو اس کا اثر اعضائے جسمانی پر بھی پڑتا ہے اور وہ بھی مودب اور متواضع ہو جاتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک نمازی کو دیکھا کہ ہاتھ سے بار بار اپنی داڑھی کو چھیڑ رہا ہے تو آپؐ نے فرمایا۔

لَو خَشَعَ قَلْبُہ، لَخَشَعَتْ جَوَارِحہ،

(اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے جسم کے اعضاء سے بھی اس کا اظہار ہوتا)

Marfat.com

واضح رہے کہ جملہ انسانی علوم و فنون اور سائنسی اکتشافات غور و فکر اور ذہنی یکسوئی ہی کا نتیجہ ہیں۔ جادو، مسمرزم، ہپناٹزم، ٹیلی پیتھی اور اس نوع کے دوسرے باطنی علوم ذہنی یکسوئی ہی کے کرشمے ہیں۔ ان میں حواس اور قوت خیال کو ایک نکتے پر مرکوز کرنے کی مشق کی جاتی ہے جس سے فاعل میں ایک قسم کی برقی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس قوت سے غیر معمولی نتائج اور زبردست فوائد حاصل کئے جا سکتے ہیں اور کئے گئے ہیں مثلاً دماغی نفسیاتی اور اعصابی امراض کا علاج کیا جا رہا ہے اور بعض دیگر محیر العقول کام لیے جا رہے ہیں۔

اس کی فلاسفی یہ ہے کہ قوت خیال کے ارتکاز سے حدت اور ایک طرح کی باطنی قوت پیدا ہوتی ہے۔ جس طرح سورج کی شعاعیں اگر کسی محدب عدسے پر ڈالی جائیں تو وہ ایک نقطے پر جمع ہو جاتی ہیں اور اتنی حدت اور حرارت پیدا ہوتی ہے کہ نیچے پڑی ہوئی چیز کو آگ لگ جاتی ہے۔

آمدم بر سر مطلب تصوف اور روحانیت کی دنیا میں بھی یکسوئی کا زبردست کردار ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے حواس کو کنٹرول کرنے اور قلب و ذہن کو یکسو کرنے میں کامیاب ہو جائے تو اس کی خفیہ صلاحیتیں بیدار ہو جاتی ہیں اور اس کے باطن میں ایک انقلاب آجاتا ہے۔

صوفیاء کہتے ہیں کہ اگر ذکر کرنے والا ہمت اور کوشش سے اپنے دل و دماغ کی تمام تر توجہ ذکر اور مذکور (جس کا ذکر کیا جا رہا ہے) پر مرکوز کر

Marfat.com

دے تو اس سے زبردست روحانی قوت پیدا ہوتی ہے اور اس کے غیر معمولی اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ تدبر، تفکر، اور مراقبہ یکسوئی ہی کی مختلف صورتیں ہیں۔ جسمانی اور ذہنی یکسوئی کے بغیر کسی ذکر اور عبادت کا مفید نتیجہ نہیں نکلتا بلکہ وہ محض عادت اور formality بن کر رہ جاتے ہیں۔

استدراک!!

صوفی اور ہپناٹائزر کے عمل میں ایک گونہ مشابہت ضرور ہے مگر مقصد اور حقیقت نفس الامری کے اعتبار سے دونوں کا عمل مختلف ہوتا ہے ہپناٹزم میں توجہ کا مرکز کوئی مادی شے اور فرض نکتہ ہوتا ہے اس کے مقاصد بھی مادی اور دنیوی ہوتے ہیں جبکہ صوفی کا تجربہ ایک روحانی تجربہ ہوتا ہے اس کا مقصد مشاہدہ حقائق، خالق کائنات سے براہ راست رابطہ اور اخذ فیضان ہوتا ہے۔ اس کے عمل سے ایک باطنی رو اس کی طرف چل پڑتی ہے نتیجتاً اس کی اپنی باطنی شخصیت زندہ و بیدار ہو جاتی ہے۔ اس تجربے سے اسے لذت و حلاوت اور سوز و گداز محسوس ہوتا ہے۔

تکبیر تحریمہ کی معنویت

نماز کے آغاز میں ہاتھ اٹھاتے وقت جو تکبیر کہی جاتی ہے اسے تکبیر تحریمہ کہتے ہیں یعنی وہ تکبیر جو دنیوی امور کو حرام ٹھہرا دے۔ گویا جب آپ نے اللہ اکبر کہہ کہ ہاتھ باندھ لیے تو اب دنیا کی باتیں اور کام حرام ہو گئے

Marfat.com

کیونکہ آپ شہنشاہ کائنات کے سامنے پیش ہو گئے اور اللہ اکبر کہنا یہ معنی رکھتا ہے کہ اللہ کی عظیم ہستی کے سامنے سب دنیا والے چھوٹے اور ہیچ ہیں اللہ سب سے بڑا ہے جس کی جناب میں میں اس وقت حاضر ہو گیا ہوں۔ اب چھوٹی چھوٹی باتوں کی طرف متوجہ ہونا کم عقلی ہو گی۔

ہاتھ اٹھا کر گویا آپ کہتے ہیں کہ میں نے دنیا سے اور دنیوی امور سے ہاتھ اٹھا لیے ان سے دستبردار ہو گیا۔ خلاصہ یہ کہ تکبیر تحریمہ کہتے وقت نمازی کو چاہیے کہ دنیوی خیالات کو ذہن سے جھٹک دے اور دل و دماغ کو پورے طور پر یکسو اور اپنے آقا و مالک کی طرف متوجہ کر لے۔ اور یکسوئی کی اس کیفیت کو شروع سے آخر تک پوری نماز میں قائم رکھے لیکن اگر ایسا ممکن نہ ہو تو کم از کم تکبیر تحریمہ کے وقت تو اس کے لیے کوشش اور اہتمام کرنا لازمی سمجھے۔

نماز خدا کے حضور پیشی ہے

جب نمازی قبلہ رخ کھڑا ہو جاتا ہے اور نماز کا باقاعدہ آغاز کرتا ہے تو وہ تھوڑی دیر کے لیے دنیا اور دنیا کے امور سے صرف نظر کر لیتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا اعلان کرتے ہوئے یعنی اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ باندھ لیتا ہے اور نظریں ایک جگہ جما کر عاجزی و انکساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کا آغاز کرتا ہے تو یوں سمجھئے کہ ایک ناکارہ اور نافرمان غلام اپنے عظیم آقا

Marfat.com

کے حضور پیش ہو گیا۔

بات مزے کی ہے نبی مکرم ﷺ فرماتے ہیں۔

اذَا قَامَ اَحَدُکُمْ اِلیَ الصَّلوٰاۃِ فَلاَ یَمْسَحُوْ الْحَصیٰ فَاِنَّ الرَّحْمَۃَ تُوَاجِھُہٗ

(بخاری)

(جب تم میں سے کوئی نماز شروع کرے تو سامنے سے کنکریاں نہ ہٹائے کیونکہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے)

یہاں کنکریوں کا لفظ محض مثال کے لیے استعمال ہوا ہے مراد یہ ہے کہ بندے کو چاہئے کہ صرف اللہ کی طرف متوجہ رہے کسی اور چیز کی طرف دھیان نہ دے وجہ یہ کہ اس وقت خود شہنشاہ کائنات اپنے بندے کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں اس مضمون کی مزید وضاحت اس طرح کی گئی ہے۔

لاَیَزَالُ اللّٰہُ تَعَالیٰ مُقْبِلاً عَلیٰ الْعَبْدِ وَ ھُوَ فِی صَلاَتِہٖ مَا لَمْ یَلْتَفِتْ فَاِذَا الْتَفَتَ اَعْرَضَ عَنْہُ

(ابوداؤد)

(اللہ تعالیٰ بندے کی طرف اس وقت تک متوجہ رہتے ہیں جب تک بندہ خود ہی کسی اور چیز کی طرف متوجہ نہ ہو جائے۔

Marfat.com

جب اس کا دھیان کسی اور چیز کی طرف ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ
بھی اس کی طرف سے توجہ ہٹا لیتے ہیں)

غور فرمایئے کتنی بڑی بات ہے۔ کائنات ارض و سماء کا مالک اپنے ناکارہ اور خطاکار بندے کی طرف اپنی رحمت اور لطف و کرم کے ساتھ متوجہ ہے۔ بندے اور مولا کے درمیان سے حجاب اٹھ چکے ہیں۔ اس سے بڑھ کر قرب کا مقام اور قیمتی موقع اور کیا ہو گا۔ اب یہ بندے پر ہے کہ وہ اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنی دنیا اور آخرت سنوار لے یا اپنی نادانی سے ان قیمتی لمحات کو ضائع کر دے۔ جی ہاں بات نصیب ہی کی ہے۔ بعض احادیث میں باری تعالیٰ کے متوجہ ہونے کی مزید تفصیل بھی ملتی ہے چنانچہ ایک روایت اس طرح ہے کہ جب بندہ کہتا ہے۔ اَلْحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ تو اللہ فرماتا ہے میرے بندے نے میری حمد کی جب وہ کہتا ہے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تو اللہ فرماتا ہے میرے بندے نے میرے اوصاف بیان کئے۔ جب وہ کہتا ہے۔ مَالِكِ یوْمِ الدِّیْنِ تو ارشاد ہوتا ہے میرے بندے نے میری عظمت بیان کی۔ جب نمازی کہتا ہے۔

اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ تو اللہ فرماتا ہے یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان منقسم ہے اور اسے دیا جائے گا جو کچھ اس نے مانگا۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُستَقِیمْ..... وَلاَ الضَّآلِّیْنَ پڑھنے پر اللہ فرماتا ہے۔

"یہ میرے بندے کے لیے ہے اور اسے ملے گا جو کچھ اس نے مانگا۔"

Marfat.com

دیکھئے جب کائنات کا خالق و مالک بذات خود اپنے بندے کی طرف متوجہ ہے اور اس سے ہمکلام ہے تو کیا بندے پر لازم نہیں کہ وہ بھی پوری طرح اللہ ہی کی طرف متوجہ رہے اور ذوق و شوق سے اس کے کلام کو دل کے کانوں سے سنے؟

نماز تہجد ــــ حضوریِ دِل کا بہترین موقع

تہجد کے معنی ہیں وہ نماز جو رات کو نیند توڑ کر پڑھی جائے۔ یہ نماز تمام نفل نمازوں سے افضل اور منفرد خصوصیات کی حامل ہے۔ سورۂ المزمل میں جہاں نبی اکرم ﷺ کو تہجد پڑھنے کا حکم ہے وہاں اس نماز کی بعض خصوصیات کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْأً وَّ اَقْوَمُ قِيلًا ٥
اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحاً طَوِيْلاً ٥ وَاذْكُرِ اسْمَ
رَبِّكَ وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلاً ٥ (المزمل 6-8)

(در حقیقت رات کا اٹھنا نفس پر قابو پانے کے لیے بہت کارگر اور قرآن ٹھیک پڑھنے کے لیے زیادہ موزوں ہے دن کے اوقات میں تو تمہارے لیے بہت مصروفیات ہیں۔ پس اپنے رب کا نام ذکر کیا کرو اور سب سے کٹ کر اسی کے ہو رہو)

اِن آیات کا ماحصل یہ ہے:

Marfat.com

1) دن کے وقت انسان اپنے معاشی، معاشرتی اور سیاسی مسائل سے نبرد آزما رہتا ہے۔ ان مصروفیات کی وجہ سے اسے یکسوئی سے ذکر کے مواقع کم ملتے ہیں۔

2) نیند چھوڑ کر عبادت کے لیے اٹھنا نفس کو مغلوب کرنے کا موثر ذریعہ ہے اور ظاہر ہے کہ نفس کو مغلوب کرنا مطلوب ہے۔

3) تہجد میں ذکر کے کلمات درست اور موزوں طریقے سے ادا ہوتے ہیں۔

4) رات کے وقت فراغت اور یکسوئی بھی ہوتی ہے اور خاموشی اور تنہائی بھی اس لیے ذکر و فکر کا بہترین موقع ہوتا ہے۔

5) اس وقت ذکر میں کوئی مخل نہیں ہوتا اس لیے یکسوئی اور تَبَتُّلْ (سب سے کٹ کر ایک سے جڑنا) آسان ہو جاتا ہے۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ رات کے آخری حصے میں اللہ تعالیٰ اپنی بے پایاں رحمت و شفقت کے ساتھ اُن لوگوں کے قریب آجاتا ہے جو اس وقت تہجد پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ (بخاری)

خود حضور ﷺ نہایت ذوق و شوق سے تہجد کی نماز پڑھتے تھے۔ اس موقع پر آپؐ کا قیام اور رکوع و سجود بہت طویل ہوتے تھے قرآن کی قرأت ٹھہر ٹھہر کر اور اتنی دیر تک کرتے کہ آپؐ کے پائے مبارک سوج جاتے۔ آپؐ دوسروں کو بھی تہجد پڑھنے کی ترغیب دیتے تھے۔ آپؐ کا فرمان ہے ''تہجد ضرور پڑھا کرو یہ تم سے پہلے کے نیک لوگوں کا طریقہ، قرب خداوندی کا

Marfat.com

ذریعہ اور گناہوں کو دور کرنے کا سبب ہے۔" (ترمذی)

آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "ایک دوسرے کو بکثرت سلام کیا کرو کھانا کھلایا کرو اور رات کو جب لوگ سوئے پڑے ہوں نماز پڑھا کرو، بلا خوف و خطر جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔" (ترمذی)

مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات میں ایک جگہ لکھا ہے کہ جنید بغدادیؒ کی وفات کے بعد ایک عزیز نے انہیں خواب میں دیکھا۔ پوچھا سنایئے حضرت اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیسا معاملہ کیا؟ کہنے لگے مجھے بخش دیا گیا۔ پھر فرمایا معرفت سے متعلق ہماری رمزیہ باتیں اور عبارت آرائیاں فنا ہو گئیں۔ اگر کوئی چیز کام آئی تو وہ ٹوٹی پھوٹی رکعتیں تھیں جو ہم نے رات کی تاریکی میں پڑھی تھیں۔ (مکتوب نمبر 184 دفتر اول)

حدیث احسان

اس موقع پر نبی کریم ﷺ کے مشہور الفاظ سطح ذہن پر ابھر آتے ہیں۔

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّه‘ يَرَاك

(بخاری۔ مسلم)

(اللہ کی اس طرح عبادت کر گویا تو اسے اپنے سامنے دیکھ رہا

Marfat.com

ہے اور اگر یہ درجہ حضوری حاصل نہ ہو تو کم از کم یہ احساس تو
ہو کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے)

الفاظ کی بلاغت پر غور فرمایئے کتنا عظیم الشان مضمون چند الفاظ میں سمٹ کر آگیا ہے۔ نمازی کی حیثیت کیا ہے۔ ایک ادنیٰ غلام ہے جو اپنے عظیم المرتبت محسن آقا (شہنشاہ کائنات) کے سامنے عاجزی وانکساری کا مجسمہ بنا باربار اپنی نیاز مندی اور خطاکاری کا اظہار کر رہا ہے اور معافی مانگ رہا ہے۔ دنیاومافیہا سے بے خبر ہے۔ اس کی ساری توجہ اپنے آقا پر مرکوز ہے جیسے گویا وہ اپنے سامنے دیکھ رہا ہے۔ آقا اس سے مخاطب ہے اس کے قول وعمل کا محاسبہ کر رہا ہے بعض کاموں کا حکم دے رہا ہے بعض کے نہ کرنے کی ہدایت کر رہا ہے۔ یہ عمل ایسا ہونا چاہیے کہ نمازی اس میں ڈوب جائے۔ اس کی زبان، اس کا دل، اس کا دماغ اس کے سارے قویٰ ڈوبنے کے اس عمل میں شریک ہوں۔ اس کیفیت کو نبی کریم ﷺ نے احسان کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ اِحسان کا لفظ حسن سے نکلا ہے۔ گویا نماز کی خوبی اور حسن یہ ہے کہ اس میں مندرجہ بالا کیفیت پیدا ہو جائے۔

جب آپ کو یہ کیفیت نصیب ہو تو اسے مزید گہرا کرنے کی کوشش کیجئے یہاں تک کہ رقت پیدا ہو جائے اور آنسو نکل آئیں۔ اگر رونا نہ آئے تو رونے والے کی سی صورت ہی بنالی جائے۔ ابن ماجہ کی ایک حدیث ہے جس کا مضمون کچھ اسی قسم کا ہے "چاہئے کہ قرآن پڑھو اور روؤ اور اگر رونہ سکو تو رونی

Marfat.com

صورت ہی بنالو"

بس یہ ہے وہ کیفیت جو نماز کی جان ہے اور اس میں بڑی لذت اور بڑا کیف ہے۔ نبی کریم ﷺ ایسے ہی نہیں فرمایا کرتے تھے کہ "بلال اذان دو تا کہ ہم (اپنے مولا کی ہمکلامی و مناجات سے) راحت حاصل کریں۔"

(ابو داؤد)

اسی کیفیت کی بدولت نماز نبی کریم ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور راحتِ قلب و جان بن جاتی تھی (مشکوٰۃ)

اسی کیفیت سے دل میں اطمینان کے آب حیات کا چشمہ پھوٹتا ہے وہ اطمینان جس کا دنیا میں ہر کوئی متلاشی ہے مگر اسے مال و دولت میں اور دنیا کی چیزوں میں ڈھونڈتا ہے اور نہیں جانتا کہ اس خزانے کی کنجی خود اس کے پاس موجود ہے۔ کسی صوفی کا قول ہے کہ خزانے کی گٹھڑی تو ہر شخص کے پاس موجود ہے مگر وہ محض اس وجہ سے عمر بھر مفلس و کنگال رہتا ہے کہ اس کی گرہ کھولنا نہیں جانتا۔ آپ کو یہ دولت میسر آجائے تو خدا کا شکر ادا کیجئے..... کہ شکر سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے (سورہ ابراہیم 7)

نیز اپنی کوشش کو صحیح رخ پر جاری رکھئے کیونکہ نماز کو سنوارنا اور حسین بنانا ایسا عمل نہیں جس میں یکبارگی کامیابی حاصل ہو سکے یہ تو ایک مجاہدہ اور ایک مسلسل عمل ہے۔ کیونکہ حسن ایک اضافی چیز ہے۔ حسین سے حسین تر اور خوب سے خوب تر کی جستجو ایک ختم نہ ہونے والا ارتقائی عمل

Marfat.com

ہے۔اس راہ میں کوئی مقام ایسا نہیں جہاں بندہ مطمئن ہو کر بیٹھ جائے کہ اس نے منزل مقصود پالی ہے اور اب آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں۔

اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُومِنِیْنَ کا مفہوم

نماز اللہ رب العزت کے حضور پیشی ہے۔ شہنشاہ کائنات کا اپنے ادنیٰ غلام کی طرف متوجہ ہونا اور اسے شرف کلام بخشنا بہت بڑی بات ہے۔ یہی مفہوم ہے اس حدیث کا کہ نماز مومن کی معراج ہے۔اسطرح کی ہمکلامی جب کہ درمیان میں کوئی چیز مخل نہ ہو بندگی کی معراج(Climax) نہیں تو اور کیا ہے ؟ معراجِ نبی کریم ﷺ کے وقت صورت حال کیا تھی ؟آپؐ اپنے مولا کے ساتھ تنہائی میں تھے حتی کے جبریل بھی وہاں موجود نہ تھے قرب کا خلوت کا اور ہمکلامی کا ایک بے نظیر موقع تھا۔ تب محبّ اور محبوب کے درمیان راز و نیاز کی باتیں ہوئیں۔ نماز مومن کو حبیب خدا ﷺ کے طفیل ایک ادنیٰ درجے پر سہی، اسی طرح کے قرب، خلوت اور ہمکلامی کے تجربے سے لذت آشنا کرتی ہے۔ پس نماز کو معراج المومنین کہنا بر حق ٹھہرا!!!

اس حدیث کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں :

"ہمیں نماز میں تشہد کے دوران وہی کلمات پڑھنے کا حکم ہے جن کے ساتھ آنحضرت ﷺ شب معراج مشرف ہوئے تھے۔ اس میں اشارہ ہے کہ نمازی کو بھی نماز کے ذریعے

Marfat.com

قرب خداوندی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہی مضمون ہے اس حدث کا کہ "بندے کو اپنے رب کا سب سے زیادہ قرب اس وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ نماز میں ہوتا ہے"۔

(مکتوب نمبر 304 دفتر اول)

حدیث اُعْبُدِ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ کی تحقیق

مولانا اشرف علی تھانویؒ سے کسی نے پوچھا کہ ہم خدا کو اپنے سامنے کیونکر دیکھ سکتے ہیں وہ تو جسم اور شکل وصورت سے پاک ہے پھر اس کا تصور کیونکر باندھا جائے؟ انہوں نے جواب دیا یہ مراد نہیں کہ یوں تصور کرو کہ میں خدا کو دیکھتا ہوں۔ حدیث کے الفاظ ہیں کَاَنَّکَ تَرَاہُ (گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو) تو مفہوم یہ ہوا کہ تم خدا کو دیکھ تو نہیں سکتے لیکن اگر فرض کیا جائے کہ تم اسے واقع میں اپنے سامنے دیکھتے تو اس وقت کیسی عبادت کرتے ظاہر ہے نہایت مکمل عبادت کرتے اور عبادت کے سارے تقاضے پورے کرتے جیسا کہ کسی حاکم کو اپنے سامنے دیکھ کر اس کے سارے حقوق اور آداب کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ تو اب خدا کو نہ دیکھنے کی حالت میں بھی اسی حالت مذکورہ کے مشابہ عبادت کرو۔

لیکن بات یہاں مکمل نہیں ہوتی۔ آگے کے الفاظ ہیں فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ (پس اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو وہ تو تمہیں دیکھتا ہے) یعنی

Marfat.com

ایسی مکمل عبادت خدا کو دیکھنے پر ہی موقوف نہیں بلکہ یہ ایک دوسری صورت میں بھی ممکن ہے اور وہ یہ ہے کہ حاکم تم کو دیکھتا ہو تب بھی ویسی ہی عبادت ہو گی۔ یہ ایک مشاہدے کی بات ہے کہ اگر حاکم کسی کام کا حکم دے اور خود ایسی جگہ کھڑا ہو کہ کام کرنے والا تو اسے نہ دیکھے اور وہ اس کو دیکھ رہا ہو اور کام کرنے والے کو معلوم ہو کہ اس کی نگرانی کی جا رہی ہے تب بھی وہ ویسا ہی کام کرے گا۔

اب حدیث کے دونوں اجزاء کو ملایئے۔ مفہوم یہ بنا کر تم اپنے رب کی یہ سمجھتے ہوئے عبادت کرو کہ وہ تمہارے سامنے ہے۔ اگر تم اسے نہیں دیکھ سکتے تو کیا ہوا یہ احساس بھی کافی ہے کہ تم اس کے سامنے ہو۔ وہ تمہیں اور تمہاری عبادت کو دیکھ رہا ہے۔

حدیث احسان پر جو گفتگو اب تک ہوئی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس حدیث کی تشریح علماء نے دو طرح سے کی ہے۔ ایک گروہ نے کہا کہ حسن و خوبی کے لحاظ سے عبادت کے دو درجے ہیں پہلا درجہ کاملین کا ہے اور وہ یہ ہے کہ نمازی یہ محسوس کرے کہ وہ اللہ کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہے اسے درجہ 'شاہدیت' کہا جا سکتا ہے دوسرا درجہ جو اس سے کم تر ہے اور عامی افراد کا ہے۔ یہ محسوس کرنا ہے کہ اللہ اپنے بندے کو بحالت عبادت دیکھ رہا ہے۔ یہ گویا درجہ 'مشہودیت' ہے۔

دوسری تعبیر وہ ہے جو حضرت تھانویؒ کے حوالے سے ابھی درج

Marfat.com

ہوئی کہ تم خدا کو نہیں دیکھتے تو کیا ہوا وہ تو تمہیں دیکھ ہی رہا ہے پس اب بھی عبادت اسی طرح کرو جس طرح اس کے سامنے ہوتے ہوئے کرتے۔

دونوں صورتوں کا لب لباب بہر حال یہی ہے کہ عبادت میں یکسوئی اور حضوری پیدا کرنے والی چیز نمازی کا یہ احساس ہی ہے کہ اللہ رب العزت اسے اور اس کی عبادت کو دیکھ رہے ہیں۔

بعض اہل علم نے اس ضمن میں ایک قابل قدر نکتے کا اضافہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ عبادت کو محض نماز پر محمول کرنا درست نہیں اسے وسیع مفہوم میں لینا چاہیے یعنی اللہ کے ہر حکم کی تعمیل کو عبادت و بندگی سمجھتے ہوئے احسان کی سپرٹ کو سامنے رکھا جائے۔ بندہ ہر عمل کرتے وقت یہ محسوس کرے کہ اللہ رب العزت مجھے اور میرے کام کو دیکھ رہے ہیں۔ آقا کے حاضر و ناظر ہونے کا احساس جس قدر قوی ہو گا بندے کا عمل بھی اسی نسبت سے خوب سے خوب تر ہو جائے گا۔

Marfat.com

چوتھا باب

خشوع کے موانع

وساس کا مسئلہ

وساس سے بچنے کی تدابیر

عمدہ اور کامل وضو

ہنگامی ضرورت سے فراغت

کانوں اور آنکھوں کے حواس کو کنٹرول کرنا

محبوب چیزوں سے دستبرداری

متبادل خیال سے وسوسے کو دور کیا جاسکتا ہے

شعوری طور پر نماز پڑھنے کی اہمیت

احضار اور حضور

Marfat.com

وساوس کا مسئلہ

یہ ایک مہتمم بالشان مسئلہ ہے اکثر لوگ محسوس کرتے ہیں کہ دنیا کے خیالات و وساوس کی بھرمار دل جمعی اور حضوری کی لذت میں مانع ہوتی ہے ہر نمازی ایسی تدابیر جاننا چاہتا ہے جن پر عمل کر کے وہ وساوس سے چھٹکارا حاصل کر سکے۔

آپ گزشتہ سطور میں پڑھ چکے ہیں کہ شیطان اولاً مومن کو نماز سے روکنے کی کوشش کرتا ہے اگر اس میں کامیاب نہیں ہوتا تو نمازی کے دل میں خیالات و وساوس داخل کر دیتا ہے اور ان میں ایسا الجھاتا ہے کہ نمازی جو کچھ پڑھ رہا ہوتا ہے اس سے غافل ہو کر ادھر ادھر بھٹکنے لگتا ہے حتی کہ رکعتوں کی تعداد تک بھول جاتا ہے گویا غفلت کا سبب یہی وساوس ہیں لہذا ضروری ہے کہ ان کو دفع کرنے کی حتی الوسع کوشش کی جائے اور ان کے اسباب کو ختم کرنے یا کم کرنے کی تدبیر کی جائے تاکہ کمال حضوری کی منزل تک رسائی آسان ہو جائے تو مرض کا علاج یہ ٹھہرا کہ

(1) وساوس کے اسباب کو ختم کرنے کی حتی الوسع کوشش کی جائے تاکہ وہ پیدا ہی نہ ہوں

(2) وساوس کو دفع کرنے اور ان کی یلغار کو روکنے کی تدبیر کی جائے آیئے پہلے نکتہء اول کو لیتے ہیں کہ وساوس کے سدباب کے لئے کیا تدابیر اختیار کی جائیں کہ بندہ حاضری کی منزل سے گزر کر حضوری اور حق تعالیٰ کی معیت کے مقصود تک پہنچ سکے۔

Marfat.com

وساوس سے بچنے کی تدابیر

پہلی فصل

امام غزالیؒ اور بعض دیگر صوفیاء نے وساوس کا دروازہ بند کرنے کیلئے قرآن وسنت کی روشنی میں حسب ذیل اقدامات تجویز کئے ہیں۔

پہلی تدبیر

عمدہ اور کامل وضو کرنا

نمازی کو احساس ہونا چاہئے کہ وضو محض جسمانی طہارت کا نام نہیں اس سے گناہوں کے اثرات بھی زائل ہوتے ہیں یعنی باطنی صفائی اور پاکیزگی بھی حاصل ہوتی ہے گویا وضو ایک عظیم عمل ہے جو انسان کے ظاہر اور باطن کی تطہیر کر کے اسے بارگاہ رب العزت میں حاضری کے لائق بنا دیتا ہے۔ لہٰذا وضو خوب سنوار کر اور عمدگی سے کرنا چاہیے۔ اس کی برکت سے طبیعت میں انشراح اور دل میں اطمینان پیدا ہوگا اور نماز میں دل لگے گا۔ اس کے برعکس جو نماز ناقص وضو سے پڑھی جائے گی اس میں ذہن پراگندہ رہے گا اور دل میں وساوس پیدا ہوں گے۔

حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی اور اس میں سورۂ روم کی تلاوت کی۔ پس آپؐ کو تشابہ ہوا۔ جب آپؐ

Marfat.com

نماز پڑھ چکے تو فرمایا لوگوں کا کیا حال ہے کہ ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اچھی طرح وضو نہیں کرتے اور اس وجہ سے ہم پر اشتباہ ڈالتے ہیں قرآن میں۔ (نسائی بحوالہ مشکوٰۃ)

اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ نامکمل اور ناقص وضو سے نماز میں اشتباہ اور وساوس پیدا ہوتے ہیں لہٰذا ضروری ہے کہ وضو عمدگی سے اور اطمینان سے کیا جائے یعنی اس میں ان آداب و شرائط کو ملحوظ رکھا جائے جن کا تذکرہ سابقہ سطور میں کیا گیا ہے۔

دوسری تدبیر

ہنگامی ضروریات سے فراغت

دوسری تدبیر یہ ہے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے ہنگامی ضروریات سے فراغت حاصل کر لی جائے مثلاً بھوک لگی ہو اور کھانا سامنے آجائے تو پہلے کھانا کھا لیا جائے نیند کے غلبے کے وقت بھی نماز پڑھنا درست نہ ہوگا سنّت یا نفل کی صورت میں نماز ترک کر کے سو جانا چاہئے احادیث میں ان چیزوں کی صراحت آئی ہے اسی طرح حوائج ضروریہ سے فراغت حاصل کر لی جائے کیونکہ اس فطری تقاضے کا دباؤ ہوگا تو نماز میں یکسوئی اور اطمینان ممکن نہ ہو سکے گا جوتا نیا ہو اور اس کے چوری ہونے کا اندیشہ ہو تو اسے مسجد

Marfat.com

کے باہر چھوڑنے کی بجائے اندر لا کر اپنے سامنے رکھ لیا جائے کوئی خاتون ہنڈیا پکا رہی ہو تو اسے چولہے پر چھوڑ کر نماز شروع نہ کرے کیونکہ نماز کے دوران اس کا دھیان اسی کی طرف رہے گا پس چاہئے کہ اس کام کے مکمل ہونے پر نماز پڑھے غرضیکہ اس طرح کے چھوٹے موٹے کام یا تقاضے جو نماز کے دوران نمازی کی توجہ اپنی طرف کھینچ سکتے ہوں ان کو ادھورا چھوڑ کر یا روک کر نماز شروع نہ کی جائے بلکہ ان کی تکمیل کے بعد اطمینان سے نماز یاذ کرو فکر کا آغاز کیا جائے۔

تیسری تدبیر

آنکھوں اور کانوں کے حواس کو کنٹرول کرنے کی کوشش

تیسری تدبیر یہ ہے کہ آنکھوں اور کانوں کے حواس کو کنٹرول کیا جائے ہم جو کچھ دیکھتے یا سنتے ہیں ذہن بھی اسی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے پس اگر نگاہ گرد و پیش کی چیزوں کو دیکھنے کیلئے نہ بھٹکے اور کانوں میں اِدھر اُدھر کی آوازیں نہ پڑیں تو ذہنی انتشار کافی کم ہو سکتا ہے اور کافی حد تک ذہنی یکسوئی حاصل ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

نگاہوں کو کنٹرول کرنا

نماز کے دوران نگاہ کو سجدے کی جگہ پر مرکوز رکھنے کا حکم اسی وجہ سے ہے کہ نگاہ کے بھٹکنے سے ذہن بھی بھٹک جاتا ہے پھر خیالات ووساوس کو روکنا ممکن نہیں رہتا بعض لوگ اس کا علاج یوں کرتے ہیں کہ آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور بلاشبہ یہ تدبیر مفید بھی معلوم ہوتی ہے اس لئے بعض اکابر نے اسے جائز قرار دیا ہے لیکن حدیث میں آنکھیں کھلی رکھنے کی ہدایت ہے اور یہی بہتر بھی ہے کیونکہ نمازی شہنشاہ کائنات کے سامنے حاضر ہوتا ہے یہ حاضری اسی وقت کامل ہوگی جب اس کے سارے اعضاء اپنے معبود کے سامنے ہوں گے اور اس کی طرف متوجہ ہونگے اگر آنکھیں بند کرلی جائیں تو ظاہر ہے حاضری نامکمل اور ناقص ہوگی ویسے بھی آقا کے سامنے آنکھیں بند کر کے کھڑے ہونا ایک طرح کی بے ادبی ہے کیا ہم دنیا کے کسی بڑے افسر یا حاکم کے سامنے اس طرح کھڑے ہوتے ہیں ؟ ہاں اگر ابتداء میں بطور علاج اس تدبیر پر عمل کیا جائے تو مصلحتاً جائز ہوگا تاہم اسے محض پریشان خیالی کا علاج ہی سمجھا جائے افضل اسی کو سمجھا جائے جو حدیث میں آیا ہے یعنی آنکھیں کھلی رکھنا ایک حدیث میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھانے کی بطور خاص ممانعت آئی ہے۔ (بخاری مسلم)

Marfat.com

اگر نمازی کے کپڑوں پر یا جائے نماز پر تصاویر یا نقوش وغیرہ بنے ہوں تو نماز شروع کرنے سے پہلے انہیں بدل لینا چاہئے حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے رسول اللہ ﷺ کو ایک چادر بطور ہدیہ دی جس پر کچھ نقوش بنے ہوئے تھے آپؐ نے اسے اوڑھ لیا اور کچھ دیر بعد اسی میں نماز ادا کی نماز کے دوران آپؐ کی نگاہ اس کے نقوش پر پڑی آپؐ نے نماز سے فارغ ہوتے ہی چادر اتار کر واپس کر دی اور اس کی جگہ دوسری سادہ چادر منگوالی اور فرمایا نماز میں میری توجہ اس کے نقوش کی طرف چلی گئی تھی۔

(بخاری مسلم)

مساجد کی محرابوں اور دیواروں پر پچّی کاری اور نقش و نگار بنانے کا جو رواج آج کل چل نکلا ہے وہ بھی غیر مستحسن ہے کیونکہ اس طرح قریب کھڑے نمازیوں کی توجّہ ہٹ سکتی ہے۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اپنے گھر کے ایک گوشے میں ایک پردہ سا ڈال رکھا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اس پردے کو سامنے سے ہٹا دو اس کی تصویریں نماز میں برابر میرے سامنے رہتی ہیں خلاصہ یہ کہ مسجد کے لیے سادگی ہی موزوں ہے۔

Marfat.com

کانوں پر کنٹرول

کانوں کا معاملہ بھی اسی طرح کا ہے اگر نمازی کے کانوں میں نماز کے دوران کوئی آواز مثلاً ریڈیو یا ریکارڈ نگ کی یا مثلاً بچے کے رونے کی آواز آرہی ہو تو ذہن اس طرف منتقل ہو جاتا ہے اور نمازی کیلئے ذہنی یکسوئی قائم رکھنا ممکن نہیں رہتا پس انفرادی نماز کیلئے ایسی جگہ اور ایسے وقت کا انتخاب کرنا چاہئے جہاں نگاہ بھی نہ بھٹکے اور کانوں میں بھی باہر کی کوئی آواز نہ پڑے نماز تہجد میں ذہنی پراگندگی اور تشویش اسی لئے کم ہوتی ہے کہ اس وقت خاموشی بھی ہوتی ہے اور تاریکی بھی عہد قدیم کے صوفیاء اور دراویش کے بارے میں ہم جو پڑھتے اور سنتے چلے آئے ہیں کہ وہ عبادت و ریاضت کیلئے جنگلوں میں اور پہاڑوں کے غاروں میں فروکش ہوا کرتے تھے تو اس سے ان کا مقصود بھی غالباً دنیا کی رنگا رنگی اور ھاؤ ھو سے کنارہ کشی اور یکسوئی کا حصول ہی ہوتا ہوگا یہ بات بر سبیل تذکرہ آگئی ویسے ہمارے لئے اُسوۂ رسول ﷺ اور صحابہ کرام کا طرز عمل ہی لائق تقلید ہے۔

تاہم ان تدابیر کی افادیت ایک حد تک ہی ہے کیونکہ نگاہوں اور کانوں پر کنٹرول مفید سہی لیکن پہلے سے جو چیزیں ذہن میں بیٹھی ہیں ان سے متعلق خیالات وساوس تو پھر بھی مشکل پیدا کریں گے۔

Marfat.com

چوتھی تدبیر

جن چیزوں سے دل اٹکا ہوان سے دستبرداری

یہ تدبیر اوپر والی تدبیر نمبر2 سے مستنبط ہے یا اس کا تتمہ کہی جاسکتی ہے تفصیل یہ ہے کہ انسان ان چیزوں کی ملکیت سے دستبردار ہو جائے اور ان سے چھٹکارا حاصل کرلے جو ذہن کے بھٹکنے اور منتشر ہونے کا سبب بن رہی ہوں مثلاً کسی شخص نے خوبصورت گھڑی پہن رکھی ہے وہ اس کو بہت بھلی لگتی ہے حتی کہ نماز میں بھی بے اختیار ذہن اس کی طرف چلا جاتا ہے تو اب علاج یہ ہے کہ اس گھڑی سے دستبردار ہو جائے اگر گھڑی کے بغیر گزارہ نہیں تو کوئی سادہ اور عام سی گھڑی لے کر کام چلالیا جائے۔

یہ مثال ایسی چیز کی ہے جس سے دستبردار ہونا زیادہ مشکل نہیں لیکن اگر مرغوب اور محبوب چیز ایسی ہو جس سے دستبردار ہونا آسان نہ ہو مثلاً زمین 'باغ' کوٹھی کار، زیورات وغیرہ تو پھر کیا کیا جائے؟ جواب یہ ہے کہ اولاً دیکھنا ہوگا کہ جو چیز فتنے کا سبب بن رہی ہے اس کی نوعیت کیا ہے مثلاً سواری رہائشی مکان استعمال کے کپڑوں وغیرہ کا جہاں تک تعلق ہے تو ظاہر ہے کہ یہ چیزیں زندگی کے لوازمات ہیں ان سے دست کش ہونا ممکن نہیں اور نہ مطلوب ہے بشرطیکہ بقدر ضرورت ہوں اور ان سے استفادہ و محبت بھی اسی قدر ہو جسکی شریعت نے اجازت دی ہے ہاں مکانات 'باغات' زمینیں

Marfat.com

وغیرہ ضرورت سے زائد اور محض آمدنی بڑھانے کا ذریعہ ہوں تو بقدر ضرورت رکھ کر (مثلاً ایک مکان ایک باغ وغیرہ) باقی رضائے الٰہی کے لئے صدقہ کر دینا بہتر ہے اسی کو قرآن پاک نے "العفو" کہا ہے

وَيَسْئَلُونَكَ مَا ذَا يُنْفِقُونَ ط قُلِ الْعَفْوَ ط يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

(البقرہ 219-220)

(لوگ پوچھتے ہیں ہم راہ خدا میں کیا خرچ کریں؟ کہو جو کچھ تمہاری ضرورت سے زیادہ ہو اسطرح اللہ تمہارے لئے صاف صاف احکام بیان کرتا ہے تاکہ دنیا و آخرت دونوں کی فکر کرو۔

قرونِ اُولیٰ کے لوگ چونکہ زہد و تقویٰ کے بہت اونچے معیار پر فائز تھے اس لئے ان کی باتیں ہمیں عجیب سی لگتی ہیں صحابی رسولؐ حضرت ابو طلحہ انصاری کا واقعہ مشہور ہے ان کا مدینے میں کھجوروں کا ایک شاندار باغ تھا رسول ﷺ کبھی کبھی وہاں تشریف لے جایا کرتے تھے وہاں آرام فرماتے کھجوریں تناول فرماتے اور باغ کے کنویں کا شیریں پانی پیتے ایک مرتبہ ابو طلحہؓ اس باغ میں نماز پڑھ رہے تھے باغ پھلوں اور پھولوں سے لدا ہوا تھا اور پرندے ادھر ادھر اڑ رہے تھے دوران نماز اس خوش منظر فضا پر نگاہ پڑی تو توجہ بٹ گئی اور رکعتیں بھول گئے نماز سے فارغ ہو کر رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا کہ کس طرح باغ ان کے لئے

Marfat.com

باعث فتنہ بن گیا پھر کہنے لگے میں اس باغ کو صدقہ کرتا ہوں آپ جسطرح چاہیں تصرف فرمائیں آپ ؐ نے فرمایا "بہت خوب" پھر اسے ابو طلحہؓ کے بعض اقارب میں تقسیم فرما دیا اس طرح کی اور بہت سی مثالیں ہیں جن میں ہمارے لئے عبرت ہے۔

امام غزالیؒ نے بھی احیاء العلوم میں اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے حضرت ابو طلحہؓ کا واقعہ نقل کیا ہے ذرا آگے چل کر

حُبُّ الدُّنْیَا رَأسُ کُلِّ خَطِیْئَتِہٖ

(دنیا کی محبت ہی گناہوں کی اصل وجہ ہے) (مشکوٰۃ)

کی وضاحت کرتے ہوئے وہ ایک دلچسپ مثال بیان کرتے ہیں کہتے ہیں ایک شخص ایک بڑے بڑے درخت کے نیچے بیٹھا ہے درخت کی بہت سی ٹہنیاں اور شاخیں ہیں جن پر چڑیاں بیٹھی شور مچا رہی ہیں اور اسے پریشان کر رہی ہیں وہ اس شور سے نجات پانے کیلئے لاٹھی لے کر اٹھتا ہے اور چڑیوں کو اڑا دیتا ہے اور پھر بیٹھ کر اپنے کام میں لگ جاتا ہے چڑیاں دوبارہ آکر شور مچاتی ہیں وہ اٹھ کر دوبارہ انہیں اڑاتا ہے اور چند لمحوں کے لئے سکھ کا سانس لیتا ہے چڑیاں پھر آجاتی ہیں غرضیکہ کئی مرتبہ اسی طرح ہوتا ہے اس پر ایک آواز آتی ہے کہ اگر اس شور و غل سے نجات حاصل کرنی ہے تو اس درخت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکو جس طرح کی کوشش تم کر رہے ہو اس طرح تو قیامت تک سکون اور جمعیت حاصل نہ کر سکو گے۔

Marfat.com

امام صاحب کہتے ہیں حضرت ابو طلحہؓ نے یہی کیا کہ جو باغ ان کے لئے وجہ تشویش تھا اسے اپنے سے جدا کر دیا تا کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری پھر کہتے ہیں دنیا کی محبت برائی کی جڑ ہے بلکہ ہر فساد کا منبع ہے نفس کی خواہشات اصل سبب ہیں افکار کی یلغار کا اگر اس محبت پر تیشہ چلا دیا جائے تو بڑی حد تک افکار اور تشویشات سے چھٹکارا پانا اور اطمینان قلب حاصل کرنا ممکن ہو جاتا ہے۔

بزرگوں کی رائے کا احترام برحق لیکن سوال یہ ہے کہ کیا

(1) خواہشات کے درخت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ممکن ہے؟ کیا دنیا میں رہتے ہوئے اور عائلی زندگی بسر کرتے ہوئے مال دنیا سے یکسر بے نیازی ممکن ہے؟ یہ چیز پہلے بھی مشکل تھی اور آج تو مشکل تر ہے ہم صوفیاء و زہاد اور متحیات کی نہیں عام آدمی کے نقطہ نظر سے بات کر رہے ہیں۔

(2) دنیا کو تج دینے اور اسے تین طلاقیں دینے کا اللہ نے کہیں حکم نہیں دیا اسلام رہبانیت کے خلاف ہے وہ تو کہتا ہے

لَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا (القصص 77)

(دنیا سے اپنا حصہ فراموش نہ کر)

دوسری جگہ زیادہ وضاحت سے اور زوردار انداز میں فرمایا۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِىْ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبَاتِ

Marfat.com

مِنَ الرِّزْقِ ط قُلْ هِیَ لِلَّذِیْنَ آمَنُوْا فِی الْحَیَاةِ الدُّنْیَا
خَالِصَةً یَّوْمَ الْقِیَامَةِ ط (الاعراف32)

"پوچھو کہ جو آرائش اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں اللہ نے اپنے بندوں کیلئے پیدا کی ہیں ان کو حرام کس نے کیا ہے؟ کہہ دو کہ یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کیلئے ہیں اور قیامت کے دن خاص انہی کا حصہ ہوں گی"

پس مطلوب صرف یہ ہے کہ خواہشات کے گھوڑے کو سرکش نہ ہونے دیا جائے اسے لگام ڈال کر رکھا جائے مطالبہ صرف یہ ہے کہ آخرت کو دنیا پر ترجیح دی جائے قرآن پاک میں ہے۔

وَ اَمَّا مَنْ طَغٰی o وَ آثَرَ الْحَیَاةَ الدُّنْیَا o فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاوٰی o وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی o فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاوٰی.

(النّازعات41-37)

"پس جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا اور نفس کو بری خواہشات سے روکا اس کا ٹھکانہ جنت ہوگا"

دیکھئے دین کو دنیا پر ترجیح دینے اور نفس کو برائی سے روکنے "نہ کہ

Marfat.com

اس کی جڑ کاٹ دینے" کی تلقین کی جارہی ہے سورۂ الاعلیٰ میں یہی مضمون ذرا مختلف انداز میں بیان ہوا ہے

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ○ وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ○ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ○ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ○ اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ○ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى ○ (الاعلیٰ 19-14)

"فلاح پا گیا وہ جس نے پاکیزگی اختیار کی اور اپنے رب کا نام یاد کیا پھر نماز پڑھی مگر تم لوگ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے یہی بات پہلے آئے ہوئے صحیفوں میں بھی کہی گئی تھی..... ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفوں میں)

یہاں اصلاح نفس کیلئے تَزَكّٰى کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا مصدر تزکیہ ہے تزکیہ کے معنی سنوارنے اور پاکیزہ بنانے کے ہیں دونوں آیتوں کے مفہوم کا خلاصہ یہ ہے

1) آخرت دنیا سے بہتر ہے زندگی کے تمام امور میں اسے ترجیح دینی چاہئے۔
2) نفس کی خواہشات خدا سے غافل کرتی اور دنیا کی محبت کی طرف لاتی ہیں اس لئے نفس کے سرکش گھوڑے کو کنٹرول میں رکھنا اور مہذب

Marfat.com

بنانا ضروری ہے تا کہ وہ اپنی حد سے تجاوز نہ کرے۔

اسلام نے اوامر و نواہی کا جو نظام دیا ہے اس پر شعوری طور پر عمل کرنے سے نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے اور دل میں دنیا کی محبت کم ہو جاتی ہے۔ مثلاً ایک مسلمان نماز کے وقت ساری دلچسپیوں اور پسندیدہ مشاغل کو چھوڑ کر عبادت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ روزے میں بارہ چودہ گھنٹے تک نفس کے تقاضوں کو دبا کر رکھتا ہے زکوٰۃ و صدقات ادا کر کے محبت مال پر ضرب لگاتا ہے۔ حج کے دوران چھوٹی بڑی بہت سی پابندیوں کو قبول کرتا ہے جنازوں میں شریک ہو کر دنیا کی بے ثباتی کا سبق حاصل کرتا ہے وغیرہ ان سب اعمال سے نفس کی خوب کھچائی ہوتی ہے اور اس کا تزکیہ ہوتا ہے۔ بندے کے دل میں دنیا کی محبت کم ہوتی ہے اور وہ خدا سے اور اسکی یاد سے وابستہ رہتا ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ صوفیہ اور دراویش جب ترکِ دنیا کی یا نفس کو مارنے کی بات کرتے ہیں تو اس سے ان کی مراد نفس کی تہذیب و تربیت ہی ہوتی ہے بلاشبہ یہ چیز مطلوب ہے اور بڑی اہمیت کی حامل ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اس کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا جائے۔ کیا بیوی بچوں سے، سواری سے، مکان سے اور روزگار وغیرہ سے دستبرداری اختیار کر لی جائے؟ نہیں 'یہ تو سرے سے امتحان ہی سے کنارہ کشی کے مترادف ہوگا۔ مطلوب امتحان سے جان چھڑانا نہیں اسے پاس کرنا اور اس سے سرخرو ہو کر نکلنا ہے۔ یوں

Marfat.com

بھی ہمارے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی مثالی اور صحابہ ء کرام کا طرز عمل ہی عمدہ نمونہ ہے۔انہوں نے تو دین و دنیا دونوں کو نبھایا ہے. البتہ آخرت کو دنیا پر ترجیح دی ہے۔ہمیں بھی چاہیے کہ دنیا اور اس کی مرغوبات سے بس اتنی ہی محبت کریں جتنی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے اور جس کی حقوق العباد کے تناظر میں مجبوری ہوتی ہے۔اصل محبت اللہ اور اس کے رسولؐ سے ہونی چاہیے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت بھی اس لئے ہے کہ وہ اللہ کے حبیب ہیں اس کا راستہ دکھانے والے،اس سے جڑنے کا طریقہ بتانے والے اور ہمارے بے حد خیر خواہ ہیں ورنہ در حقیقت محبت کا محور و مرکز اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات پاک ہی ہے۔

Marfat.com

دوسری فصل

وساوس کا دفعیہ

حضرات اب تک گفتگو اس نکتے پر مرکوز رہی کہ وہ کونسی تدابیر ہیں جن کے اختیار کرنے سے وساوس کو پیدا ہونے سے روکا جا سکتا ہے۔ آیئے اب مسئلہ وساوس کے دوسرے جزء پر غور کریں یعنی یہ کہ اگر مندرجہ بالا تدابیر اختیار کرنے کے باوجود کچھ وساوس نمازی کے ذہن پر حملہ آور ہوں تو انہیں روکنے اور بے اثر بنانے کے لئے کیا کچھ کیا جا سکتا ہے۔

متبادل خیال سے وسوسے کو دور کیا جا سکتا ہے

بنیادی اور اصولی بات یہ ہے کہ ذہن کو کسی دوسرے خیال کی طرف موڑ دیا جائے اس طرح وسوسہ ختم ہو جائے گا کیونکہ ماہرین نفسیات کے مطابق انسانی ذہن ایک وقت میں ایک ہی چیز کی طرف متوجہ ہوتا ہے بیک وقت کئی چیزوں کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا پس نمازی کو چاہیے کہ اپنے ذہن کو کسی ایسے خیال کی طرف موڑ دے جس کا تعلق عبادت سے ہو۔ اس طرح ذہن وسوسے سے ہٹ جائے گا اور نماز میں خلل بھی نہیں آئے گا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ متبادل خیال یا چیز کیا ہو جس کی طرف ذہن کو منتقل کیا جائے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے ایک مکتوب میں اس سوال کا یہ جواب دیا ہے۔

Marfat.com

اس کی کئی صورتیں ہیں۔

1) بندہ ذاتِ حق کی طرف متوجہ ہو جائے۔ مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں۔یا

2) حساب کتاب کے آنے والے وقت کو مثل حاضر کے فرض کر لے کہ گویا میں حق تعالیٰ کے روبرو کھڑا ہوں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ عبادت مطلوبہ کا نمونہ پیش کرو' اگر حسب پسند ہوئی تو حساب میں رعایت کا سبب ہو جائے گی

3) یہ فرض کرے کہ یہ گویا بالکل آخری نماز ہے۔شاید اس کے بعد عمر ختم ہو جائے اور پھر نماز نصیب نہ ہو۔

4) وں خیال کرے کہ خانہء کعبہ میرے سامنے ہے اور اس پر تجلیات نازل ہو رہی ہیں اور اس سے وہ تجلیات میری طرف آرہی ہیں اور جتنی اچھی نماز پڑھوں گا وہ تجلیات زیادہ فائز ہوں گی۔

5) جو الفاظ منہ سے نکلتے ہیں ان کی طرف توجہ رکھے خواہ الفاظ و معانی دونوں کو زیر غورر کھے یا صرف الفاظ کو۔

''ان تدابیر سے وہ وساوس جو بلا اختیار آئے تھے دفع ہو جائیں گے''۔

(تربیت السالک جلد سوم صفحہ 38)

مندرجہ بالا تمام نکات اپنی جگہ اہم اور مفید مطلب ہیں نیز اس طرح کی اور صورتیں بھی ممکن ہیں اور ہر شخص کے ذوق اور صلاحیت کے

Marfat.com

لحاظ سے ان کی موزونیت اور افادیت کم وبیش ہو سکتی ہے مگر مذکورہ بالا نکات میں سے نکتہ نمبر 5 (نماز کے الفاظ و معانی پر توجہ مرکوز کرنا) بہت اہم ہے اور تقریباً سب کے لئے مفید بھی بلکہ اس میں افادیت کے کئی پہلو ہیں۔

اگر ہم نماز کو ایک شعوری اور جاندار عمل بنانا چاہتے ہیں تو اس کے بغیر چارہ نہیں کہ ہم نماز کے اذکار اور دعاؤں کے ایک ایک جملے کو سمجھتے ہوئے اور اس کا اثر قبول کرتے ہوئے پڑھیں اس طرح وساوس بھی ختم ہو جائیں گے اور مناجات بامعنی بن کر حضوری کا ذریعہ بھی بن سکے گی۔ آیئے اس نکتے کے مختلف پہلوؤں کا ذرا تفصیل سے جائزہ لیں۔

نماز کا شعوری طور پر پڑھنا

قرآن حکیم میں ہے۔

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (طٰہٰ 14)

میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

وَاذْکُرْ رَبَّکَ فِی نَفْسِکَ تَضَرُّعاً وَّ خِیْفَۃً وَّ دُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْغَافِلِیْنَ (الاعراف 205)

Marfat.com

(اپنے رب کو صبح و شام یاد کرو دل ہی دل میں زاری و خوف
کے ساتھ اور زبان سے بھی ہلکی آواز کے ساتھ اور ان لوگوں
میں سے نہ ہو جاؤ جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔)

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کا مقصد آقا و مالک کی یاد ہے جب نماز کو اللہ کی یاد بنانا مقصود ہے تو اس کی غیر شعوری طور پر ادائیگی اور غفلت کے ساتھ رٹے رٹائے جملوں کو دہرا دینے سے یہ مقصد کیسے حاصل ہو سکتا ہے ؟جب تک اذکار کو شعوری طور پر نہ پڑھا جائے اور دل ان الفاظ کے مفہوم کی تائید و تصدیق کر کے زبان سے ہم آہنگ نہ ہو جائے نماز ذکر کیسے بنے گی۔

(2) قرآن پاک میں ایک جگہ ارشاد ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لاَ تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُم سُكَارَىٰ
حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (النساء 43)

(اے ایمان والو نماز کے قریب نہ جاؤ جب تم نشے میں ہو
یہاں تک کہ سمجھنے لگو جو تم کہتے ہو)

یہ آیت حرمت خمر کے سلسلے میں نازل ہوئی۔اس وقت تک شراب کی قطعی حرمت ابھی نازل نہیں ہوئی تھی مگر لوگوں کے ذہنوں کو اس کے لئے تیار کیا جا رہا تھا۔ کہا گیا کہ ایسے موقع پر شراب نوشی نہ کیا کرو جب نماز کا وقت قریب ہو کیونکہ ذہن پر شراب کا اثر باقی ہو گا تو اس حالت میں نمازی کو

Marfat.com

کچھ معلوم نہ ہو گا کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے، زبان سے کیا کہہ رہا ہے۔

مگر اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز ایک شعوری عمل ہے نمازی کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کس کے سامنے کھڑا ہے اور کیا کہہ رہا ہے۔ جو چیز اس شعوری عمل کو بے معنی بنادے اس سے بچنا لازمی ہے۔ اگر شراب کے علاوہ کوئی اور چیز ایسی ہو جو نماز کے الفاظ و معنی سے اور عبودیت کے احساس سے غافل کرنے والی ہو تو اس سے اجتناب بھی اسی طرح ضروری ہو گا۔ پس اگر کوئی شخص نماز کے دوران دنیا کے خیالات و وساوس میں الجھا رہے اور انہیں دور کرنے کی کوشش بھی نہ کرے تو ظاہر ہے اسے نماز سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔

3) یہی حال دیوانے کا ہے۔ اس پر نماز فرض نہیں کیونکہ نماز ایک شعوری عمل ہے۔ جسے یہ معلوم ہی نہ ہو کہ وہ کہاں کھڑا ہے کس سے مخاطب ہے اور کیا کہہ رہا ہے اس کی نماز چہ معنی دارد؟

پس نمازی کو چاہیے کہ نماز کے جملوں کو سمجھتے ہوئے اور اس کے اثر کو قبول کرتے ہوئے آگے بڑھے۔ وہ سمجھ رہا ہو کہ وہ اپنے آقا سے کیا کہہ رہا ہے۔ غلام اپنے آقا سے کچھ عرض کر رہا ہے کچھ مانگ رہا ہے کچھ کرنے اور کچھ نہ کرنے کا اقرار و عہد کر رہا ہے۔ یہ بات غیر معقول ہو گی کہ اسے معلوم ہی نہ ہو کہ وہ کیا مانگ رہا ہے اور کیا عہد کر رہا ہے۔ جب وہ کہے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ تو اسے معلوم ہو کہ اس نے اللہ کی پاکیزگی اور حمد و ثنا بیان کی

Marfat.com

ہے۔وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ کہے تو اسے معلوم ہو کہ اس نے اللہ کے پاک نام کی برکت کا اعتراف کیا ہے۔ غرضیکہ ہر جملہ سمجھ سمجھ کر زبان سے نکالے۔ محض یاد سے نہ پڑھے بلکہ مستقل ارادے سے پڑھے اور دل میں اس کی معنویت کو محسوس کردے۔ جب وہ اس طرح پڑھے گا اور اس طرح محسوس کرے گا۔ تبھی اس کا پڑھنا ذکر اور اس کا بولنا مناجات ہو گا۔ اور اس کے دل و دماغ اور روح پر اس مناجات کے اثرات مرتب ہوں گے۔

حضرات، اسلام معقولیت کا دین ہے، علم و شعور کا دین ہے۔ اس نے ہر مسلمان مرد اور عورت پر علم حاصل کرنا ایسے ہی فرض قرار نہیں دیا۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ اس کے نام لیوا چند رٹے رٹائے جملے طوطے کی طرح بے شعوری کے ساتھ دن میں چند مرتبہ دہرا دیں..... اس طرح کہ نہ دل حاضر ہو نہ دماغ، پھر اس پر مطمئن ہو جائیں کہ انہوں نے عبودیت کے تقاضے پورے کر دئے اور اللہ کا حق ادا کر دیا۔ جی نہیں، ہر مسلمان کو چاہیے کہ نماز میں پڑھی جانے والی سورتوں کا اور دوسرے اذکار کا ترجمہ ضرور سیکھے اور اپنی نماز کو مناجات اور روحانی غذا بنائے تاکہ وہ ہر روز اخلاقی قوت کے لحاظ سے مضبوط تر، روحانی لحاظ سے قوی تر اور اپنے آقا و مولا سے قریب تر ہوتا چلا جائے۔

نماز کے اذکار کے الفاظ و معانی پر غور کرنے کا دوسرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ توجہ مرکوز کرنے میں مدد ملتی ہے اور خیالات و وساوس کا سلسلہ رک

Marfat.com

جاتا ہے۔ نمازی کو چاہیے کہ خوب چوکنا رہے اور جب بھی دنیا کا کوئی خیال یا وسوسہ آئے تو اس پر متنبہ ہو کر اسے فوراً ذہن سے جھٹک دے اور دوبارہ ان الفاظ پر توجہ مرکوز کر دے جو وہ زبان سے ادا کر رہا ہے یوں وسوسہ ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ انسانی ذہن کا خاصہ ہے کہ وہ ایک وقت میں ایک ہی چیز کی طرف متوجہ ہو سکتا ہے۔ جب آپ اسے وسوسے کی طرف سے ہٹا کر نماز کے الفاظ و معانی کی طرف لائیں گے۔ تو وسوسہ خود بخود ختم ہو جائے گا۔ یوں وساوس کو ذہن سے جھٹکنے اور نماز کی طرف لانے کی مشق کو جاری رکھا جائے۔ یہ کشمکش ایک ریاضت اور ایک مجاہدہ ہے جس کے مثبت اثرات کچھ دنوں بعد ظاہر ہونے لگتے ہیں یعنی وساوس کم ہو کر یکسوئی اور دلجمعی حاصل ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

اگر اس طرح وساوس میں کمی واقع نہ بھی ہو حتی کہ ساری عمر اسی کشمکش میں گزر جائے تو بھی اس کا کچھ نقصان نہیں بلکہ اس ریاضت اور مجاہدے پر نمازی کے لئے اجر و ثواب ہے بلکہ بزرگوں نے تو یہ بھی کہا ہے کہ وساوس کا آنا بندے کے ایمان کی دلیل ہے کیونکہ چور یا ڈاکو وہیں آتا ہے جہاں مال موجود ہو۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہ لیا جائے کہ وساوس کو دور کرنے کی ضرورت نہیں۔ ضرورت تو ہے اور یہ کوشش ضرور کرنی چاہیے لیکن زیادہ تشویش میں بھی مبتلا نہ ہونا چاہیے۔ بعض لوگ وساوس سے گھبرا کر نماز پڑھنا ہی چھوڑ دیتے ہیں کہ ایسی نماز کا کیا فائدہ۔ حالانکہ یہ شیطان کا مغالطہ ہے۔

Marfat.com

ہاں تو یہ بات ہو رہی تھی کہ ہر مسلمان کو نماز کا ترجمہ سیکھنا چاہیے اور نماز پڑھتے وقت ہر جملے کے مفہوم و معنی پر نظر رکھنی چاہیے۔اب ہم بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر نمازی الفاظ کا مفہوم نہ سمجھتا ہو تو محض الفاظ پر توجہ مرکوز کرنے سے بھی وساوس دور ہو جاتے ہیں۔اسے چاہیے کہ ایک ایک جملے پر ذہن کو ٹکائے کہ اب میں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ کہہ رہا ہوں اب وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ پڑھ رہا ہوں اب میری زبان پر وَ تَعَالٰى جَدُّكَ ہے وہ جملوں کو محض یاد سے نہ پڑھے بلکہ مستقل ارادے سے پڑھے اس طرح پڑھنے سے اس کا ذہن بھٹکے گا نہیں اور وہ باہر کے خیالات و وساوس سے محفوظ رہے گا اور یہ بھی بہت غنیمت ہے۔

اِحضار اور حُضُور [1]

ایک دفعہ پھر حضرت تھانویؒ کا حوالہ۔ایک مرید نے شکایت کی کہ نماز میں ادھر ادھر کے خیالات بہت پریشان کرتے ہیں۔رکعتیں تک بھول جاتا ہوں بہت رنج ہوتا ہے۔یکسوئی اور دلجمعی کے لئے کوئی تدبیر بتایئے مولانا نے فرمایا۔

---

[1] احضار : اپنے آپ کو حاضر اور پیش کرنا۔
حضور : بارگاہِ عالیہ میں پیشی اور حضوری

Marfat.com

"دیکھئے دو چیزیں ہیں ایک احضار دوسری حضور۔احضار پر بندے کو اختیار ہے حضور پر نہیں۔لوگ دو غلطیاں کرتے ہیں۔ایک یہ کہ احضار کا قصد نہیں کرتے دوسری یہ کہ حضور کا قصد کرتے ہیں"۔

(تربیت السالک جلد سوم 268)

مولانا کا جواب بہت پر مغز اور خوبصورت ہے ہم اس کی تھوڑی وضاحت کریں گے۔بات یہ ہے کہ بندہ اپنے اختیار کی حد تک ہی مکلّف ہے

اور اختیار اسی حد تک ہے کہ نمازی غیر مطلوب خیالات کو خود نہ لائے اور بلا قصد ارادہ آجائیں تو ان کو دفع کر دے پھر آجائیں پھر دفع کر دے اور یہ سلسلہ آخر تک جاری رکھے۔۔خیالات و وساوس کا آنا غیر اختیاری ہے اور جو چیز انسان کے اختیار میں نہیں اس پر اسے قصوروار نہیں ٹھہرایا جائے گا۔

لاَ یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْساً اِلاَّ وُسْعَھَا

(اللہ کسی شخص پر اس کی طاقت سے بڑھ کر ذمہ داری نہیں ڈالتا) (البقرہ 286)

اس کے ذمے بس یہی ہے کہ جب بھی نماز کے منافی خیالات آئیں انہیں ذہن سے جھٹک دے۔ہاں اگر وہ یہ کوشش نہیں کرے گا تو یہ اس کی تقصیر ہو گی اور اس پر اس سے باز پرس ہو گی۔پس احضار یہ ہے کہ بندہ وساوس کو دور کر کے یکسوئی کے ساتھ اپنے آپ کو حق تعالیٰ کے سامنے پیش

Marfat.com

کرنے کی کوشش کرے اور جب وہ مذکورہ طریقے پر پیش ہونے میں کامیاب ہو جائے تو اس حالت کو حضور یا حضوری کہیں گے۔

مولانا کا ارشاد ہے کہ احضار کی کوشش نہ کرنا اور حضوری کی تمنا کئے جانا اور اس کے درپئے ہونا بندے کی غلطی ہے کیونکہ یہ اس کے اختیار ہی میں نہیں۔ بندے کے ذمے عمل اور اپنی وسعت کے مطابق کوشش ہے یہ کوشش کس حد تک قبول ہوتی ہے اور اس کا دنیا یا آخرت میں کیا ثمرہ ملتا ہے یہ مالک کی مرضی پر موقوف ہے۔ بعض اوقات بندے کو دل جمعی یا لذت و حلاوت یا خاص قسم کی کیفیات عطا ہو جاتی ہیں۔ انہیں قدرت کا عطیہ سمجھنا چاہیے (نہ کہ اپنا استحقاق) خلاصہ کلام یہ کہ بندے کے ذمے مخلصانہ کوشش اور طلب توفیق ہے اور بس۔

Marfat.com

پانچواں باب

اصل علاج.....اللہ سے محبت

اہل محبت کی پہچان

رسمی نمازیں

یہ منافقت ہے

پس چہ باید کرد؟

دعائے قنوت کی معنویت

Marfat.com

حضوری دل کے سلسلے میں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ دل اسی چیز کی طرف مائل ہوتا ہے جسے انسان اہم سمجھے یا جس کی اسے فکر ہو گویا جب نمازی کا دل نماز میں نہ لگے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی دنیوی چیز یا مسئلے کی طرف مائل ہے، اس کے ساتھ اٹکا ہوا ہے۔ نمازی نے اس چیز کو زیادہ اہم سمجھا اس لئے دل اس کی طرف مائل ہو گیا۔

پس اصل علاج یہ ہے کہ رضائے الٰہی کو اپنا مقصود اور دل کو اللہ کی محبت کا مرکز بنایا جائے۔ ایک سچے مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کی ذات سے بڑھ کر اور کون محبوب ہو سکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ آمَنُوا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ

(کچھ لوگ ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا ہمسر اور مد مقابل بناتے ہیں اور ان کے ایسے گرویدہ ہیں جیسی اللہ کے لئے گرویدگی ہونی چاہیے مگر اہل ایمان کی تو خصوصیت ہے کہ ان کی اللہ کے لئے محبت ہر چیز کی محبت سے بڑھ کر ہوتی ہے (البقرہ 165)

جب اللہ کی محبت دنیا اور اس کی سب چیزوں کی محبت پر غالب ہو گی اور اس کی رضا کی فکر تمام فکروں سے بڑھ کر ہو گی تو دل خود بخود نماز میں لگے گا کیونکہ اپنا مقصود حاصل ہوتا نظر آئے گا۔

Marfat.com

طبیب عشق نے دیکھا مجھے تو فرمایا
ترا مرض ہے فقط آرزو کی بے نیشی

(اقبال)

یعنی تجھے ابھی تک محبت کا ڈنک نہیں لگا۔ اگر ایسا ہوتا تو اس کی خلش تجھے دوسری تمام فکروں سے آزاد کر دیتی۔

اہل محبت کی پہچان

محبت کی کچھ علامات ہوتی ہیں جن سے اہل محبت کی پہچان ہو جاتی ہے۔ ان میں سے ایک علامت یہ ہے کہ انسان کو جس سے محبت ہوتی ہے اس کی معیت سے اور اس کے ساتھ گفتگو کرنے سے اسے راحت اور لذت محسوس ہوتی ہے اور وہ ایسے لمحات کو طویل تر کرنے کا خواہشمند ہوتا ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ جب نماز کا وقت قریب آتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیوی بچوں اور دنیوی امور کو چھوڑ کر نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے حضرت عائشہؓ کہتی ہیں حضور ﷺ گھر میں ہم سے باتیں کر رہے ہوتے مگر جب نماز کا وقت ہو جاتا تو ایسے لگتا جیسے آپؐ ہم کو جانتے اور پہچانتے ہی نہیں۔ یہ بھی حدیث میں ہے کہ جب نماز کا وقت قریب آتا تو آپؐ حضرت بلالؓ سے فرماتے ''بلالؓ اذان دو تاکہ ہم نماز سے راحت حاصل کریں۔ یہاں راحت کا لفظ (اَرِحنَا) قابل غور ہے۔ گویا آپؐ بیوی بچوں میں

Marfat.com

بیٹھتے، دنیا کے دوسرے امور میں بھی مشغول ہوتے مگر ان سب چیزوں کے مقابلے میں اللہ کے ذکر سے آپ ؐ کو زیادہ محبت تھی۔ نماز میں آپ ؐ کو ایسی راحت اور ایسا لطف وسرور ملتا جو دنیا کی چیزوں میں نہیں ملتا تھا جبھی تو آپ ؐ یہ فرماتے تھے کہ بلال ہمیں نماز سے راحت پہنچاؤ۔

ہمیں چونکہ دنیا کی چیزوں سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ یعنی بیوی بچوں سے، مکان سے، سواری سے اور کاروبار وغیرہ سے اس لئے ہم انہی کی فکر میں منہمک رہتے ہیں ان چیزوں کی محبت ہمارے دل میں مالک حقیقی کی محبت سے اور اس کی یاد سے زیادہ ہوتی ہے (گو ہم زبان سے اس کا اعتراف نہ کریں) لہٰذا انہی میں مشغول ہونا ہمیں زیادہ محبوب ہوتا ہے پس نماز میں دل لگے تو کیونکر اور ذکر میں راحت وسکون محسوس ہو تو کیسے ؟

رسمی نمازیں

کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہماری نمازیں محض رسمی اور بطور عادت ہیں ایسی نمازوں کو راحت وسکون سے خالی ہونا ہی چاہیے۔ اول تو ہمیں معلوم ہی نہیں ہوتا کہ ہم زبان سے جو الفاظ ادا کر رہے ہیں ان کا مفہوم کیا ہے بے شعوری سے رٹے رٹائے الفاظ کی جگالی میں اثر کہاں سے آئے ؟ نہ ارکان نماز کی ادائیگی میں سکون واعتدال نہ شہنشاہ کائنات کی عظیم بارگاہ میں حاضری کا احساس۔ نہ بندہ خطاکار کی سی عاجزی ومسکینی کا اظہار' نہ مالک الملک کی عظمت

Marfat.com

وکبریائی کا احساس۔ہمارا طرز عمل تو کچھ ایسا ہوتا ہے جیسے ایک بوجھ ہے اور اسے جیسے تیسے سر سے اتارنا ہے اور کچھ رٹی ہوئی عبارتیں ہیں جنہیں عجلت کے ساتھ ہوا میں پھونک دینا ہے۔دل کا یہ حال کہ دوکان یا کاروبار میں اٹکا ہوا ہے یا بیوی بچوں یا دوستوں میں مشغول ہے۔ایسی نماز میں لذت وحلاوت محسوس ہو تو کیسے ؟مناجات کی لذت تو ایک عظیم نعمت ہے اور یہ صرف اس بندے کو ملتی ہے جس سے اس کا مالک راضی ہو۔کیا منافق غلام سے اس کا آقا راضی ہو سکتا ہے؟

یہ منافقت ہے

منافقت کیا ہے ؟منافقت یہ ہے کہ انسان کا قول یا عمل یا دونوں اس چیز کے خلاف ہوں جو اس کے دل میں ہے یعنی انسان کا ظاہر اس کے باطن سے ہم آہنگ نہ ہو۔

آیئے اپنی حالت پر غور کریں۔ہمارا عقیدہ ہے کہ صرف اللہ رب العزت کی ذات ہی عبادت کے لائق ہے کسی دوسری ہستی کا یہ استحقاق نہیں کہ اس کی غیر مشروط اطاعت کی جائے اب اگر اس عقیدے کے باوجود ہم اللہ کے احکام کو چھوڑ کر غیر اللہ کے احکام و قوانین کی پیروی کرتے ہیں اور انہیں زیادہ اہمیت دیتے ہیں تو کیا یہ منافقت نہیں ؟حدود و تعزیرات کا معطل کرنا ،سودی نظام معیشت کی ترویج ،اسلامی اُصولوں کے خلاف قانون سازی اور

Marfat.com

مغربی جمہوریت کی پیروی میں اکثریت کے تمام فیصلوں کو برحق تسلیم کرنے کا اصول اس کی نمایاں مثالیں ہیں۔

پس جب ہم خالق کائنات سے صرفِ نظر کر کے اہل اقتدار کو نفع و نقصان کا مالک سمجھنے لگتے ہیں تو اس وقت ہمارا توحید پر اور توکل پر ایمان کا دعویٰ کہاں جاتا ہے؟

اسی طرح جب ہم اللہ تعالیٰ سے صرفِ نظر کر کے بزرگان دین کی قبروں پر جبہہ سائی کرتے اور اپنی حاجات کے سلسلے میں ان سے دعائیں کرتے ہیں تو ہمیں وَ اِذَا سَئَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّی فَاِنِّی قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (البقرہ186)

اور اے نبیؐ میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں بتادو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی پکار سنتا اور جواب دیتا ہوں۔

اور اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ (الزمر 36) کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں کے قرآنی فرامین کو بھول جاتے ہیں۔

نیک لوگوں کی برکت تسلیم لیکن دعا خالق سے مانگنی چاہیے نہ کہ مخلوق سے، مدد کے لیے درخواست مسبّب سے کرنی چاہیے نہ کہ سبب سے! ہمیں یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ ہم جو نماز کی ہر رکعت میں اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں) پڑھتے ہیں تو کیا ہمارا عمل اس کے خلاف تو نہیں؟ یہ قول و عمل کا تضاد اور منافقت تو نہیں؟

Marfat.com

دعائے قنوت کی معنویت

نماز وتر میں ہم ہر روز دعائے قنوت پڑھتے ہیں۔

کبھی آپ نے اس کے الفاظ پر غور فرمایا؟ یاد دہانی کے لئے عام طور پر پڑھی جانے والی دعائے قنوت کے الفاظ اور ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِینُكَ وَ نَسْتَغْفِرُكَ وَ نُوْمِنُ بِكَ وَ نَتَوَ كَّلُ عَلَیْكَ وَنُثْنِیْ عَلَیْكَ الْخَیْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلاَ نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَ نَتْرُكَ مَنْ یَّفْجُرُكَ. اَللّٰھُمَّ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ لَكَ نُصَلِّیِ وَ نَسْجُدُ وَ اِلَیْكَ نَسْعٰی وَ نَحْفِدُ وَ نَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَ نَخْشٰی عَذَابَكَ اِنَّ عَذَاَ بَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقْ.

ترجمہ : (اے مالک ہم صرف تجھی سے مدد مانگتے ہیں اور تجھی سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں۔ ہمارا بس تجھی پر ایمان اور تجھی پر بھروسہ ہے۔ ہم تیری اچھی تعریف کرتے ہیں اور تیرا شکر ادا کرتے ہیں اور ناشکری نہیں کرتے اور الگ کر دیتے ہیں اور چھوڑ دیتے ہیں اس شخص کو جو تیری نافرمانی کرے۔ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے ہی لئے نماز پڑھتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں اور تیری ہی طرف دوڑتے ہیں۔ اور خدمت کے لئے حاضر ہوتے ہیں تیری رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں بے شک تیرا عذاب کافروں کو ملنے والا ہے)

Marfat.com

غور کیجئے ہم کتنے زور دار الفاظ کے ساتھ اور کتنے دو ٹوک انداز میں اللہ سے عہد کرتے ہیں کہ ہمارا بھروسہ صرف تیری ذات پر ہے اور ساری امیدیں صرف تجھ سے وابستہ ہیں۔ پھر یہ الفاظ دیکھئے۔ ''ہم اس شخص کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور اپنے سے الگ کر دیتے ہیں جو تیری نافرمانی کرے''۔

اللہ اللہ کہاں ہم اور کہاں یہ مقام، کہ ہمارے ماں باپ، بہن بھائی، بیوی بچے دوست احباب میں سے جو بھی تیری نافرمانی کرے گا۔ ہم اسے چھوڑ دیں گے اپنے سے الگ کر دیں گے۔ سوچئے کیا ہمارے شب و روز کے طرز عمل اور اس دعا میں کوئی مطابقت ہے؟ اگر نہیں ہے تو کیا یہ منافقت نہیں؟ قول و عمل کا تضاد نہیں؟

اس ساری گفتگو سے ہم جس چیز کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہمارے اعمال ہمارے قول سے اور عقیدے سے ہم آہنگ نہیں اور یہ منافقت ہے۔ جب تک ہم یہ منافقت چھوڑ کر مخلص اور یکسو مسلمان بننے کی کوشش نہیں کرتے ہماری دعائیں اور نمازیں کیونکر قبول ہوں اور ذکر کی حلاوت کیسے نصیب ہو! ذکر کی لذت تو مخلصین کو ملتی ہے۔

آپ خود فیصلہ کیجئے۔ اگر آپ کا کوئی ملازم منافقانہ طرز عمل رکھتا ہو یعنی زبانی کلامی تو آپ کی تعریف کرتا اور محبت کا دم بھرتا ہو لیکن عملاً آپ کی نافرمانی کرتا ہو تو کیا آپ اسے پسند کریں گے اور انعامات سے نوازیں گے۔ پسند کرنا اور انعام دینا تو دور کی بات ہے آپ اسے کان سے پکڑ کر گھر سے نہ

Marfat.com

نکال دیں گے کہ یہ نمک حرام کھانا ہمارے گھر سے کھاتا ہے، تنخواہ ہم سے لیتا ہے مگر اطاعت وفرنبرداری دوسروں کی کرتا ہے۔

کیا ہمارا حال بھی اس منافق ملازم کا سا نہیں، ہم رزق اپنے رب کا دیا ہوا کھاتے ہیں، اسکی دی ہوئی بیشمار نعمتوں سے دن رات مستفید ہوتے ہیں..... پھر بھی ہمیں اس کے احکام کی مخالفت کرتے ہوئے شرم نہیں آتی کیا جھوٹ، غیبت، والدین کی نا فرمانی، اسراف و تبذیر، سود خوری، فرائض کی ادائیگی میں غفلت وغیرہ برائیاں ہم میں نہیں پائی جاتیں؟ کیا اللہ نے اپنے کلام پاک میں ان چیزوں کو حرام نہیں ٹھہرایا؟ یہ تو انفرادی گناہ ہیں، اجتماعی دائرے میں نا فرمانیاں اور بھی زیادہ ہیں۔ رشوت، ناجائز سفارشیں، دوسروں کا حق مارنا، اللہ کے قوانین کے مقابلے میں انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کا نفاذ اور برادریوں کے رسوم ورواج کی پابندی اور سودی نظام معیشت کو ساری خباثتوں سمیت قبول کر لینا، کیا یہ سب چیزیں اللہ کے غضب کو دعوت دینے والی نہیں؟ ان سب چیزوں کے ہوتے ہوئے اس خوش فہمی میں رہنا کہ اللہ ہم سے راضی ہوگا، ہماری دعائیں قبول کرے گا اور اپنے ذکر کی لذت سے ہمیں بہرہ مند کرے گا پرلے درجے کی حماقت ہے۔

Marfat.com

پس چہ باید کرد

پس جو شخص واقعتہً اپنی عبادات کو سنوارنا چاہتا ہو اپنی نماز میں سوز و گداز اور لذت و حلاوت کی چاشنی پیدا کرنا چاہتا ہو اور اسے اخلاقی قوت کے حصول اور تعمیر سیرت و کردار کا ذریعہ بنانا چاہتا ہو اسے چاہیے کہ گزشتہ صفحات میں بیان کردہ تجاویز سے استفادہ کرے۔ یہ تجاویز قرآن و سنت سے اخذ کی گئی ہیں ہماری یا کسی دوسرے فرد کی ذہنی اختراع نہیں ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اپنی زندگی کی موجودہ ڈگر کو تبدیل کریں۔ جہاں تک ہو سکے رزق حلال کا اہتمام کریں مُسرفانہ طرز زندگی چھوڑ کر سادگی اور کفایت شعاری کی روش اختیار کریں نیز پورے خلوص اور لگن سے اپنی عبادات کو سنوارنے کی فکر میں لگ جائیں ان کاموں کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کریں جو اس مشن کے حصول میں معاون ہوں اور ایسی باتوں سے پرہیز کریں جو اس کے خلاف ہوں۔

اس ضمن میں بعض تجاویز آئندہ صفحات میں 'خشوع کے معاونات' کے عنوان سے پیش کی جا رہی ہیں۔

Marfat.com

چھٹا باب

خشوع کے معاونات

اخلاص

رزق حلال

گناہوں سے اجتناب

نیک لوگوں کی رفاقت

حرف آخر

Marfat.com

خشوع کے معاونات

خشوع کے معاونات سے مراد ایسے امور ہیں جن کا نماز سے براہ راست تعلق تو نہیں لیکن نمازوں کو جاندار اور موثر بنانے میں ان کا بڑا دخل ہے مثلاً اخلاصِ عمل ،رزق حلال ،گناہوں سے اجتناب ،نیک لوگوں کی رفاقت وغیرہ۔ اگر ہم واقعتہً اپنی عبادات کو سنوارنا چاہتے ہیں اپنی نماز میں سوز گداز اور لذت و حلاوت کی چاشنی پیدا کرنا چاہتے ہیں اور اسے اخلاقی قوت اور تعمیر سیرت و کردار کا ذریعہ بنانا چاہتے ہیں تو ان امور سے صرفِ نظر ممکن نہیں۔اس ضمن میں ہم سب سے پہلے 'اخلاص عمل' کا ذکر کریں گے

اخلاص

اخلاص کیا ہے ؟

مومن اپنے تمام اعمال میں اللہ کے احکام کو پیش نظر رکھتا اور اس کی رضا کو مطلوب و مقصود سمجھتا ہے۔وہ ہمیشہ اور ہر حال میں مالک کی پسند و ناپسند کا خیال رکھتا ہے اور اسے اپنی اولین ترجیح بناتا ہے یہی اخلاص ہے۔

اخلاص کی اہمیت

دعاؤں میں اور عبادات میں اخلاص کی اہمیت بہت زیادہ ہے کیونکہ اس کے بغیر نہ وہ قبولیت کے لائق بنتی ہیں نہ ان میں تاثیر پیدا ہوتی ہے بڑے سے بڑا نیک عمل بھی اگر اخلاص اور رضائے الٰہی کی سپرٹ سے خالی ہو

Marfat.com

تو اللہ کے نزدیک اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ اس کے بر عکس بظاہر چھوٹا اور معمولی عمل بھی اخلاص کی بدولت قیمتی بن جاتا ہے گویا اخلاص نیت شرط ہے اور قبولیت عمل مشروط اور کہتے ہیں اِذَا فَاتَ الشَّرطُ فَات الْمَشْرُوطُ جب شرط ہی موجود نہ ہو تو مشروط کا کیا سوال!

اس موقع پر وہ مشہور حدیث سطح ذہن پر ابھرتی ہے جو 'حدیث جبریلؑ' کے نام سے موسوم ہے۔ حدیث کا آخری حصہ اس طرح ہے کہ حضرت جبریلؑ نے جو ایک سائل کی شکل میں نبی اکرم ﷺ سے سوالات کر رہے تھے پوچھا کہ احسان کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّم تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّه' يَرَاكَ

(احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی اس طرح عبادت کرے گویا تو اسے سامنے دیکھ رہا ہے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو پھر (یہ تو ہو کہ) وہ تجھے دیکھ رہا ہے)

حدیث کے الفاظ میں کمال درجے کی بلاغت ہے۔ چند الفاظ میں عظیم الشان فلسفہ بیان کر دیا گیا ہے۔ نمازی نماز کا حق تبھی ادا کر سکتا ہے جب وہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں اپنے آپ کو حاضر سمجھے۔ یوں خیال کرے کہ میرا مالک میرے عمل کو دیکھ رہا ہے۔

نمازی کی یکسوئی اور انہماک ایسا ہو کہ ایک رب کے علاوہ ہر چیز اس کی نگاہ سے اوجھل ہو جائے۔ ظاہر اور باطن کی تمام تر توجہ سمٹ کر ایک نکتے

Marfat.com

پر مرکوز ہو جائے اور عبد و معبود کے درمیان جو رابطہ قائم ہوا ہے اس میں غیر کا دخل بلکہ احساس تک نہ رہے۔ یہی عبودیت کا درجہ ء کمال ہے اور یہی ایمان کا سب سے اونچا اور آخری مقام ہے اَلصَّلٰوۃُ مِعراجُ الْمُومِنِینَ (نماز مومن کی معراج ہے) کا مفہوم بھی یہی ہے کیونکہ مومن اس معراج تک نماز کے ذریعے ہی پہنچ سکتا ہے۔

قرآن پاک میں اخلاص وللّٰہیت کا سبق بہت سے مقامات پر دہرایا گیا ہے مثلاً

اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَیکَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدُ اللّٰہَ مُخلِصاً لَّہُ الدِّیْنَ اَلاَ لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ.

(الزمر 3)

ترجمہ: (اے نبیؐ) یہ کتاب ہم نے تمہاری طرف حق کے ساتھ نازل کی ہے لہذا تم اللہ ہی کی عبادت کرو دین کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے خبردار، دین خالص اللہ ہی کا حق ہے۔

دین کے معنی بندگی و اطاعت کے ہیں۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ بندگی و اطاعت صرف اللہ کا حق ہے پس عبادت خالصتہً اُسی کے لئے ہونی چاہیے۔ اطاعت کا شرک، ریا اور نفاق وغیرہ کی آمیزش سے پاک ہونا ضروری ہے۔

Marfat.com

ایک اور آیت کریمہ ملاحظہ فرمائیں۔

هُوَ الحَیُّ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ هُوَ ،فَادْعُوْهُ خٰلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ

اَلْحمدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (المومن 65)

ترجمہ : وہ زندہ ہے اس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں۔ اسی کو پکارو دین کو اس کے لئے خالص کر کے ساری تعریف اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔

غور کیجئے کتنا بلیغ اور معجزانہ کلام ہے دعا اور عبادت کے لئے تنہا اللہ کا استحقاق کس طرح چند الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے۔

وہ زندہ ہے۔

وہی اکیلا معبود ہے۔

وہ اپنی خوبیوں اور کمالات کیوجہ سے ساری تعریفوں کا مستحق ہے۔

وہ تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

کیا اللہ کے سوا کسی اور ہستی میں بھی یہ صفات موجود ہیں اگر نہیں ہیں اور یقیناً نہیں ہیں تو پھر کسی کو پکارنے (دعا یا عبادت کرنے) کا کیا جواز بنتا ہے؟ اگر ہم اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو پکاریں گے تو کیا یہ اخلاص کے منافی نہ ہو گا؟ کیا اللہ ہماری اس حرکت پر ناراض نہ ہو گا؟ یقیناً ہو گا۔ تو مالک کو ناراض کر کے ہم اپنی عبادت اور دعا کی قبولیت کی توقع کیونکر رکھ سکتے ہیں واضح رہے کہ دعا اور عبادت کی حقیقت ایک ہی ہے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد

Marfat.com

ہے اَلدُّعآءُ هُوَ الْعِبَادَةُ (دعا عین عبادت ہے)

اگر آج ہماری عبادت بے ذوق اور دعائیں شرف قبولیت سے بے بہرہ ہیں تو اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ ہماری بندگی میں اخلاص نہیں ہوتا ہم اللہ کی عبادت تو کرتے ہیں مگر اس کے ساتھ دوسروں سے بھی نفع کی امید اور نقصان کا خوف وابستہ کر لیتے ہیں۔ بہت سے لوگ کھلم کھلا دنیوی حکمرانوں کو اپنا داتا سمجھنے لگتے ہیں۔ بعض دوسرے لوگ اللہ کے نیک بندوں کو نفع و نقصان کا مالک قرار دیتے ہیں اور ان سے دعا و فریاد کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا واضح حکم ہے

لاَ تَدعُوا مَعَ اللّٰهِ اَحَداً (الجن 18)

(اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ مسلمان تو موحّد ہوتا ہے اسے مشرک کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ شرک تو شرک ہی ہے خواہ اس کا ارتکاب کافر کرے یا مسلمان۔ سورۂ یوسف کی ایک آیت ہے۔

وَمَا يُؤمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلاّ وَ هُمْ مُشْرِكُوْنَ

(یوسف 106)

(ان میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان تو رکھتے ہیں مگر اس طرح کہ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک بھی ٹھہراتے ہیں)

اس آیت سے صراحتہً ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان سے شرک کا

Marfat.com

ارتکاب ہو سکتا ہے اور واقعتہً اس دور میں ایسے لوگ موجود ہیں جو شرکیہ اعمال میں ملوث ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اس سے انکاری ہیں اور اس کی الٹی سیدھی تاویلات پیش کرتے ہیں۔

احکامِ خدا حق ہیں مگر اپنے مفسر
تاویل سے قرآں کو بنا دیتے ہیں پاژند

خود نبی اکرم ﷺ نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ ایک زمانہ آئے گا جب مسلمان مشرکانہ خیالات میں ملوث ہو جائیں گے مگر اسے شرک نہیں سمجھیں گے

"میری امت میں شرک ایسے داخل ہو گا جیسے سیاہ رات
میں سیاہ پتھر پر سیاہ چیونٹی چلتی ہے" (مسند احمد)

اوپر جو گفتگو ہوئی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اطاعت و عبادت کا اولین تقاضا یہ ہے کہ ہم اللہ کے مخلص بندے بن جائیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح یکسوئی، یک رنگی اور حنیفیت اختیار کریں۔ ہماری سوچ اور عمل ہمارے عقیدے کے مطابق ہو۔ یہ نہ ہو کہ مسجد میں ہوں تو فرمانبردار اور مسجد سے نکل کر دفتر میں، منڈی و بازار میں، کارخانے میں اور حصول معاش کے دوسرے مقامات میں جائیں تو ساری بے ایمانیاں، سارے گناہ اور خلاف شریعت ساری سرگرمیاں روا سمجھیں۔ یہ نہ کہیں کہ نماز اپنی جگہ ہے اور کاروبار اپنی جگہ۔ جب تک ہم یہ دورنگی اور منافقت نہیں چھوڑیں گے اور جب تک ہماری عبادت میں اخلاص کی روح کارفرما نہیں ہو گی ہماری نمازیں سوز گداز اور لذت و حلاوت سے محروم رہیں گی۔

Marfat.com

رزق حلال

عبادات اور دعاؤں کی قبولیت کی ایک اہم شرط روزی کا حلال ہونا ہے رزق حلال سے دل میں نورانیت پیدا ہوتی ہے، عبادت میں لذت و حلاوت محسوس ہوتی ہے اور دعاؤں میں قبولیت کی خاصیت پیدا ہوتی ہے اس کے برعکس لقمہ حرام سے دل میں تاریکی پیدا ہوتی ہے اور آدمی ذکر کی مٹھاس سے محروم ہو جاتا ہے نہ عبادت قبول ہوتی ہے نہ دعا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک اور احادیث طیبہ میں حلال وپاکیزہ چیزیں کھانے کی تاکید کی گئی ہے سورہ البقرہ میں ارشاد ہے۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُو كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ
وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَاهُ تَعْبُدُوْنَ (البقرہ 172)

ترجمہ: اے ایمان والو کھاؤ وہ پاک چیزیں جو ہم نے تمہیں دی ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم واقعی اس کی عبادت کرنے والے ہو۔

اس آیت کریمہ کے مضمرات پر غور کیجئے:

1) خطاب کا آغاز 'اے ایمان والو' کے الفاظ سے کیا گیا ہے جیسے کہا جارہا ہو کہ حلال کمانا اور کھانا تمہارے ایمان کا تقاضا ہے۔

2) پھر کہا گیا حلال وطیب روزی ملے تو اللہ کا شکر ادا کیا کرو کیونکہ یہ اللہ کی خاص نعمت اور اس کا احسان ہے۔ اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا ضروری ہے۔

3) تمہیں حلال چیزیں کھانے اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرنے کا حکم اس لئے

Marfat.com

دیا جا رہا ہے کہ تم عبادت کرنے والے لوگ ہو (اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ) عبادت میں صلاحیت قبولیت اسی وقت پیدا ہوتی ہے اور لذت و چاشنی اسی وقت آتی ہے جب عبادت کرنے والے کی روزی حلال ہو۔ اگر روزی حرام ہو گی تو انسان گناہوں کی طرف مائل ہو گا اور دل بتدریج سیاہ ہوتا جائے گا۔

حضرت سعدؓ مشہور صحابی ہیں۔ ایک مرتبہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا "میرے لئے دعا فرمایئے کہ میری تمام دعائیں قبول ہو جایا کریں" حضور ﷺ نے فرمایا: اگر حلال روزی کھاتے رہو گے تو تمہاری دعائیں قبول ہوں گی (بخاری)

دیکھئے کتنے قطعی اور دو ٹوک انداز میں حلال روزی کو قبولیت دعا کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ ایک اور مشہور حدیث جس سے اس مضمون کی نہایت عمدہ وضاحت ہوتی ہے۔ صحیح مسلم سے نقل کی جاتی ہے۔ حدیث کا آخری حصہ اس طرح ہے:۔

ثُمَّ ذَکَرَ الرَّجُلَ یُطِیْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَیْهِ اِلَی السَّمَآءِ یَارَبِّ یَارَبِّ وَمَطْعَمُهٗ حَرَامٌ وَ مَشْرَبُهٗ حَرَامٌ وَ مَلْبَسُهٗ حَرَامٌ وَ غُذِیَ بِا لْحَرَامِ فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لَهٗ (مسلم۔ ترمذی)

ترجمہ: پھر آپ نے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا جو طویل سفر طے کر کے آتا ہے بال بکھرے ہوئے ہیں جسم غبار آلود ہے ہاتھ پھیلا کر

Marfat.com

(عاجزی سے) یارب یارب کہہ کر دعا کرتا ہے مگر حال یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے پینا حرام ہے لباس حرام کا ہے اس کے جسم کی پرورش حرام غذا سے ہوئی ہے پس اس کی دعا کیونکر قبول ہو؟

مطلب یہ ہے کہ بظاہر اس شخص کا حال ایسا ہے کہ دعا قبول ہونی چاہیے مسافر ہے، پریشان حال ہے، سائلوں کی طرح ہاتھ پھیلائے ہوئے عاجزی کے ساتھ مالک سے فریاد کر رہا ہے مگر حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کی دعا قبول ہو تو کیسے جب کہ اس کا کھانا پینا اور لباس وغیرہ حرام کا ہے۔ معلوم ہوا کہ رزق حلال قبولیت دعا کے لئے پیش شرط ہے۔

اپنے ماحول کا جائزہ

اب ذرا اپنے ماحول کا جائزہ لیجئے۔ حکومت کے اہل کاروں میں رشوت اور کام چوری عام ہے، تاجروں نے ناجائز منافع خوری کو اپنا معمول بنا لیا ہے۔ عام آدمی بھی دوسروں کے حقوق پر دست درازی کرتا نظر آتا ہے جس کا جہاں بس چلتا ہے دوسروں کو نقصان پہنچا کر مال سمیٹنے میں دریغ نہیں کرتا الا ماشاء اللہ اور یہ سب کچھ پیٹ بھرنے کے لئے نہیں بلکہ معیار زندگی بلند کرنے کے لئے کیا جاتا ہے گویا حرام ہم میں سے اکثر و بیشتر کی کمائی میں شامل ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بینک کاری نظام کی وجہ سے سود کا زہر پورے معاشرے کے رگ و پے میں سرایت کر گیا ہے اور عام مسلمان اسے

Marfat.com

منافع کہہ کر بلا کراہت قبول کرتا ہے۔لاٹری کی مختلف قسمیں جو دراصل جوئے کی مختلف صورتیں ہیں اور مالیاتی اداروں کی انعامی سکیمیں جو سودی نظام کو وسعت دینے کا حیلہ ہیں ہمارے معاشرے میں ان کا چلن عام ہے ہماری ''اسلامی حکومت'' ان کی سرپرستی کرتی ہے اور لوگوں نے اس کھلے جوئے کو نہ صرف یہ کہ قبول کر لیا ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں سمجھتے بلکہ بشوق ورغبت اس لین دین میں لگے ہوئے ہیں اور اب یہ چیزیں ہمارے کلچر کا حصہ بن گئی ہیں۔

مختصر یہ کہ سود اور جوا پوری قوم کی معیشت اور معاشرت پر چھایا ہوا ہے اور ہم من حیث القوم حرام خوری اور بد دیانتی کے عادی ہو چکے ہیں۔ان چیزوں کو برا سمجھنے والے لوگ شاید آٹے میں نمک کے برابر ہوں حالانکہ قرآن پاک ہمیں صاف لفظوں میں باطل طریقوں سے مال کھانے کی ممانعت کرتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لاَ تَاكُلُوا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ
بِالْبَاطِلِ اِلاّ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ
وَلاَ تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْماًo

(النساء 29)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ۔لین دین ہونا چاہئے آپس کی رضا

Marfat.com

مندی سے اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو یقین جانو اللہ تم پر بہت مہربان ہے)

یہاں باطل طریقوں سے مراد وہ تمام طریقے ہیں جو شرعاً اور اخلاقاً ناجائز ہوں۔ اپنے آپ کو قتل نہ کرو سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ حرام طریقوں سے مال کمانا یا دوسروں کا مال ناجائز طور پر لینا اپنے آپ کو ہلاک کرنے کے مترادف ہے۔

اے طائر لا ہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی
(اقبال)

ہمارے معاشرے میں حرام کمانے کے جو ناجائز اور باطل طریقے جڑ پکڑ چکے ہیں ان کا مختصر جائزہ پیش کیا گیا۔ ظاہر ہے ہماری اور ہمارے بچوں کی پرورش اسی روزی پر اور اسی ماحول میں ہو رہی ہے تو پھر نمازوں میں اور اذکار میں لذت اور دعاؤں میں قبولیت کہاں سے آئے۔ نبی اکرم ﷺ کی وہ حدیث جس میں طویل سفر طے کر کے آنے والے پریشان حال مسافر کا تذکرہ ہے ایک مرتبہ پھر پڑھ لیجئے کہ جس شخص کا لباس حرام کا اور کھانا پینا حرام کا ہو اسکی دعا کیونکر قبول ہو!

خلاصہ یہ کہ اسلام میں رزق حلال کی بہت زیادہ اہمیت ہے اس لیے لازم ہے کہ شیطان نے ہمیں معیار زندگی بلند کرنے کے جس چکر میں ڈال

Marfat.com

رکھا ہے اس سے نکلیں۔ زندگی کے مسرفانہ انداز کو خیر باد کہہ کر سادگی اور کفایت شعاری کو اپنائیں اور رزق حلال پر قناعت کریں۔ یہ کام مشکل ضرور ہے لیکن اگر اپنی اصلاح کرنا مطلوب ہے تو اس کے بغیر چارہ نہیں۔

گناہوں سے اجتناب

مالک کی نافرمانی کی جائے تو اس کا ناراض ہونا فطری بات ہے۔ اور ظاہر ہے مالک حقیقی کی ناراضگی بندے کے لیے دنیوی اور اخروی خسران کا سبب بن جاتی ہے حدیث میں آتا ہے کہ جب کوئی بندہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے دوبارہ گناہ کرنے پر ایک اور نقطہ پڑ جاتا ہے۔ اگر بندہ اپنی اصلاح کی فکر نہ کرے اور گناہ پر گناہ کرتا چلا جائے تو بتدریج اس کا سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ جب دل اس طرح سیاہ یا زنگ آلود ہو جائے تو نیکی کی بات اس پر اثر نہیں کرتی۔ بھلا ایسے دل میں ہدایت و عرفان کا نور کیونکر پیدا ہو سکتا ہے۔

آدمی سے بتقاضائے بشریت گناہ ہو جانا بڑی بات نہیں لیکن ضروری ہے کہ بندہ اپنی غلطی کا احساس کرے اور ندامت و شرمندگی کا اظہار کر کے اپنے رب سے معافی مانگ لے۔ وہ بڑا مہربان ہے اور معاف کرنے کو پسند کرتا ہے۔ بڑی خرابی اور بدنصیبی کی بات یہ ہے کہ بندہ گناہوں پر اڑا رہے اور مالک کی ناراضگی کی پرواہ نہ کرے۔

Marfat.com

گناہ دو طرح کے ہوتے ہیں صغیرہ اور کبیرہ۔ صغیرہ گناہ توبہ و استغفار کے بغیر بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ قرآن پاک میں ہے۔

اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ

(ھود 114)

(بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں)

گویا کہ بندے کے نیک اعمال کی برکت سے چھوٹے موٹے گناہ خود بخود ساقط ہوتے رہتے ہیں مثلاً نماز روزے اور صدقہ و خیرات سے۔ حدیث میں ہے کہ جب کوئی بندہ نماز کے لیے وضو کرتا ہے تو چہرہ دھونے سے چہرے کے گناہ دھل جاتے ہیں۔ اسی طرح ہاتھ دھونے سے ہاتھوں کے گناہ اور پاؤں دھونے سے پاؤں کے گناہ دھل کر پانی کے ساتھ بہہ جاتے ہیں اسی لیے رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب بندہ سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اسے چاہیے کہ جلد از جلد کوئی نیک عمل بجالائے۔ یہ نیک عمل اس گناہ کے داغ کو مٹادے گا۔ (ترمذی)

کبیرہ گناہ (وہ گناہ جن کی قرآن و حدیث میں مذمت آئی ہے مثلاً شرک، چوری، قتل، بدکاری وغیرہ) البتہ توبہ کے بغیر اور اللہ سے معافی مانگے بغیر معاف نہیں ہوتے۔ اسی طرح وہ گناہ جن کا تعلق حقوق العباد سے ہو وہ بھی معافی کا جواز نہیں رکھتے۔ آپ نے کسی سے قرض لیا مگر رقم دبالی واپس نہیں کر رہے یا کسی کی غیبت کر کے اسے دوسروں کے سامنے ذلیل

Marfat.com

کرنے کی کوشش کی تو ظاہر ہے آپ نے ایک مسلمان بھائی کا حق ضائع کیا اب محض خدا سے معافی مانگنے سے اس کی تلافی کیونکر ہو سکتی ہے۔ اس کی تلافی تو اسی طرح ہو سکتی ہے کہ جس سے قرض لیا تھا اسے واپس کریں جس کو بے عزت کیا تھا اس سے معافی مانگیں۔

ایک اور قرآنی اصول، جو بڑا حوصلہ افزا ہے، یہ ہے کہ اگر آدمی کبیرہ گناہوں سے بچنے کی اپنی سی کوشش کرے تو اللہ تعالیٰ خوش ہو کر اس کے چھوٹے موٹے گناہ ویسے ہی معاف کر دیتے ہیں اور راہ ہدایت کی توفیق دے دیتے ہیں ارشاد پاک ہے۔

اِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلاً كَرِيْماًo (النساء 31)

(اگر تم ان بڑے بڑے گناہوں سے پرہیز کرتے رہو جن سے تمہیں منع کیا جا رہا ہے تو تمہاری چھوٹی موٹی برائیوں کو ہم تمہارے حساب سے ساقط کر دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔)

اس کی وجہ وہی ہے جس کی طرف مضمون کے آغاز میں اشارہ کیا گیا ہے یعنی اصل چیز مالک کی رضا یا عدم رضا ہے۔ اگر وہ راضی ہو تو یہ بہت بڑی بات ہے اس کی کرم نوازی سے ہدایت ملے گی اور سارے کام درست ہوں گے۔ اگر بد قسمتی سے وہ ناراض ہو جائے تو بندے کا مستقبل مخدوش ہو

Marfat.com

جائے گا۔ ہمیں گناہوں سے اس لیے بچنا ہے کہ یہ زندگی جیسی انمول نعمت عطا کرنے والے، انعامات اور احسانات کی بارش کرنے والے مہربان خدا کی نا فرمانی ہے۔ اس کی بندہ نوازی دیکھئے وہ کہہ رہا ہے کہ اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے بچنے کی کوشش کرو گے تو ہم اپنی کرم گستری سے چھوٹے موٹے گناہ تمہارے حساب سے بلا توبہ ساقط کرتے رہیں گے۔

مزید برآں محتاط زندگی بسر کرنے والے کو نیکیوں کی توفیق بھی ملتی ہے اور عبادت کا ذوق اور لطف بھی حاصل ہوتا ہے۔

حاصل گفتگو یہ ہے کہ جو شخص اپنی نماز کو سنوارنا اور آخرت کو بہتر بنانا چاہتا ہو اس کے لیے لازم ہے کہ تمام گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے سابقہ گناہوں پر نادم ہو کر توبہ کرے آئندہ کے لیے ان سے بچنے کا پختہ عزم کرے کیونکہ جو دل گناہوں سے مکدر اور زنگ آلود ہو اس میں ہدایت و عرفان کا نور پیدا نہیں ہوتا۔

حقوق العباد کے اتلاف کو معمولی چیز نہ سمجھا جائے اس کی سخت باز پرس ہونے والی ہے۔ لوگوں سے اپنے معاملات درست رکھنے چاہئیں۔ کسی سے ظلم و زیادتی نہ ہو کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ جس سے کسی قسم کی زیادتی ہو چکی ہو اس کی تلافی کی کوشش کی جائے۔

ان اقدامات کا عبادات پر مثبت اثر پڑے گا۔

Marfat.com

نیک لوگوں کی رفاقت

ہم فطری طور پر دوسروں کی مدد اور رہنمائی کے ضرورت مند ہوتے ہیں بچہ دنیا میں آتا ہے تو ماں اس کی مربیہ اور اولیں رہنما ہوتی ہے وہ اسے بہت کچھ سکھاتی ہے۔ بچے کی پرورش اور تربیت میں باپ کا رول بھی بہت اہم ہوتا ہے۔ وہ اسے انگلی پکڑ کر چلنا سکھاتا ہے جب وہ ذرا بڑا ہوتا ہے تو اسے یکے بعد دیگرے بہت سے اساتذہ سے سابقہ پیش آتا ہے۔ ان کے رول کی اہمیت بھی مسلّم ہے۔ بچے کا ذہنی ارتقاء انہی کی کوششوں کا مرہون منت ہوتا ہے۔

جہاں تک انسان کی اخلاقی اور روحانی اصلاح و تربیت کا تعلق ہے تو یہ کام ظاہری تربیت سے بھی مشکل تر ہے کیونکہ باطنی امور میں پیچیدگی اور غموض ہوتا ہے۔ باطن کی پیچ در پیچ تہوں کو کھولنا بہت مشکل اور جانگسل جدوجہد کا تقاضا کرتا ہے۔ اسی لیے نبی مکرم ﷺ نے باطنی اصلاح کی کوشش کو "جہاد اکبر" قرار دیا اور انبیائے کرام کے جانشین علمائے حق ہوتے ہیں جو عام لوگوں کی اخلاقی و روحانی تربیت کا کام کرتے ہیں مگر واضح رہے کہ یہ کوئی پیشہ ور قسم کے لوگوں کا طبقہ نہیں بلکہ اس سے مراد ایسے لوگ ہیں جو علمائے دین ہونے کے ساتھ ساتھ متقی اور زاہد بھی ہوں۔ معاشرے میں ایسے افراد کی تعداد بہت کم ہوتی ہے بلکہ بقول مجدد الف ثانیؒ ایسے لوگ کبریت

Marfat.com

احمر کی طرح نایاب ہوتے ہیں۔ اسی لیے باطنی اصلاح کرنے والوں کے لیے ضروری ٹھہرا کہ وہ ظاہری و باطنی خوبیوں کے جامع اور طاقتور شخصیت کے مالک ہوں انبیائے کرام ایسی ہی شخصیات تھیں جو بگڑے ہوئے لوگوں کی اصلاح ور ہنمائی کا فریضہ سر انجام دیتی رہیں۔

رسول کریم ﷺ کا مقام و منصب بیان کرتے ہوئے قرآن حکیم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے فرمایا:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُولاً مِنّهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِم آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ

(البقرہ 129)

(اے ہمارے رب ان لوگوں میں خود انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے۔)

اس آیت میں آیات کی تلاوت اور کتاب و حکمت کی تعلیم سے مراد ظاہری تعلیم اور تزکیہ سے مراد باطن کی اصلاح کا کام ہے۔ یہاں اگرچہ بات رسول اکرم ﷺ کے بارے میں کہی گئی ہے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ تمام پیغمبروں کے ذمے یہی کام تھا وہ لوگوں کے ظاہر و باطن کی اصلاح کی کوشش کرتے رہے۔

Marfat.com

قرآن پاک میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کو بہترین رفیق اور ان کی رفاقت کو اللہ کا فضل قرار دیا گیا ہے۔آیت یہ ہے :

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَاولٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ انعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدآءِ وَ الصَّالِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰئِكَ رَفِيْقاً o ذٰلِكَ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْماًo (النساء69)

(جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین۔ کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسر آئیں۔ یہ حقیقی فضل ہے جو اللہ کی طرف سے ملتا ہے اور حقیقت جاننے کے لیے بس اللہ ہی کا علم کافی ہے)

اس فرمانِ الٰہی کی روشنی میں صالحین کی رفاقت : یک نعمت قرار دیا جا سکتا ہے۔ ویسے بھی ”صحبت صالح ترا صالح کند“ ایک مسلمہ اور معروف حقیقت ہے۔ گلاب کے پودوں کے قریب جو مٹی ہوتی ہے اس میں بھی خوشبو پیدا ہو جاتی ہے لہٰذا ایسے لوگوں سے میل - ل رکھنا جن کی نمازیں اخلاص اور خشوع سے مزیّن ہوں' جن کا ظاہر اور باطن ایک جیسا ہو، اور جو گناہوں سے بچنے والے اور حلال روزی کھانے والے ہوں یقیناً مفید ہو گا۔

Marfat.com

لہٰذا اپنے گردو پیش کا جائزہ لیجئے اگر مذکورہ صفات کا حامل کوئی شخص مل جائے تو اس سے استفادہ کیجئے۔ اس سے دین کے مسائل بھی سیکھئے اور باطنی اصلاح کے لیے مشورے بھی لیجئے۔ ایسے لوگوں کی رفاقت انشاء اللہ آپ کے لیے بہت مفید ثابت ہو گی۔

انفاق فی سبیل اللہ

مفہوم

انفاق فی سبیل اللہ کے معنی ہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنا قرآن و سنت میں جن کاموں پر مال خرچ کرنے کا حکم یا ترغیب دی گئی ہے یا اسے مستحسن قرار دیا گیا ہے وہ سب انفاق فی سبیل اللہ کی ذیل میں آتے ہیں گویا اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو نعمتیں عطا کر رکھی ہیں ہم ان میں دوسرے لوگوں خصوصاً نادار اور ضرورت مند لوگوں کو شریک کریں اس سے دوگونہ فائدہ ہو گا ایک تو معاشرے کے مفلس افراد کی ضرورتیں پوری ہوں گی دوسرے نعمتیں عطا کرنے والا رب خوش ہو گا کیونکہ اَلْخَلقُ عَیَالُ اللّٰہِ (مخلوق گویا اللہ کا کنبہ ہے) پس اپنے کنبے سے حسن سلوک دیکھ کر وہ یقیناً خوش ہو گا۔

اہمیت

شریعت میں انفاق پر بہت زور دیا گیا ہے اور اسے متقین کے ایک لازمی وصف کے طور پر پیش کیا گیا ہے قرآن مجید انفاق کی اہمیت 'ترغیب'

Marfat.com

احکام' آداب وشرائط اور فضائل سے بھرا پڑا ہے اور بعض مقامات تو ایسے ہیں جہاں مسلسل کئی کئی رکوع اسی ایک موضوع پر بات چلتی ہے ملاحظہ ہو :۔ (سورۂ البقرہ رکوع 36 تا 38 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کی بکثرت احادیث بھی انفاق کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہیں غرضیکہ انفاق مال دین کے بنیادی امور میں سے ہے اور اعمال میں نماز کے بعد غالباً سب سے زیادہ زور اسی پر دیا گیا ہے۔

ائمہ دین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ دین کا خلاصہ اور نچوڑ دو باتیں ہیں ایک اللہ کی عبادت اور دوسری مخلوق خدا سے شفقت وہمدردی انفاق کا ان دونوں باتوں سے گہرا تعلق ہے انفاق بجائے خود عبادت بھی ہے اور دوسری عبادات کو موثر بنانے کا ذریعہ بھی اللہ نے اسے اپنے لئے قرض حسن قرار دیا ہے یوں یہ رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ بن جاتا ہے رہی مخلوق خدا سے ہمدردی تو اس کا تو جزو اعظم ہی انفاق ہے کیونکہ ایک دوسرے کی مدد ہم براہ راست یا بالواسطہ مال ہی سے کرتے ہیں اس طرح یہ موضوع پورے دین پر چھایا ہوا نظر آتا ہے۔

تزکیہ نفس سے مراد نفس کو رذائل سے پاک کرنا اور سنوارنا ہے شریعت میں تزکیہ نفس پر بہت زور دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اخلاق رذیلہ سے چھٹکارا پائے بغیر کوئی شخص متقی نہیں بن سکتا نہ فوز و فلاح کی منزل کو پا سکتا ہے قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ انفاق فی سبیل اللہ سے نفس کا

Marfat.com

تزکیہ ہوتا ہے یعنی وہ حرص 'بخل اور مال کی شدید محبت جیسے اخلاق رذیلہ سے چھٹکارا حاصل کر لیتا ہے چند آیات ملاحظہ ہوں۔

(1) وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى وَمَا يُغْنِىْ عَنْهُ مَالُهٗ اِذَا تَرَدّٰى (اَللّيل 11-8)

"جس نے بخل کیا اور اپنے خدا سے بے نیازی برتی اور بھلائی کو جھٹلایا اسکو ہم سخت راستے کے لئے سہولت دیں گے اور اسکا مال آخر اسکے کس کام آئے گا جب وہ ہلاک ہو جائے"

(2) وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقٰى ○ اَلَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى○ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزٰى ○ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى○ وَ لَسَوْفَ يَرْضٰى (اللیل 21-17)

"اور (دوزخ سے) دور رکھا جائیگا اسے جو نہایت پرہیزگار ہے اپنا مال تزکیہ نفس کیلئے خرچ کرتا ہے حالانکہ اس پر کسی کا احسان نہیں ہے جس کا اسے بدلہ دینا ہو وہ تو صرف اپنے رب کی رضاجوئی کیلئے یہ کام کرتا ہے اور وہ ضرور خوش ہوگا)"

(3) خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (التوبہ 103)

Marfat.com

"آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے جس کے
ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کر دیں اور ان کے لیے دعا
کیجئے بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لیے موجب اطمینان ہے"

مندرجہ بالا آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ انفاق فی سبیل اللہ تزکیہ نفس کا اہم ذریعہ ہے جس کے بدلے میں صحابہؓ کو رسول کریم ﷺ کی دعائیں حاصل ہوئیں آخرت کی کامیابی اور شادمانی کی نوید ملی اور اللہ تعالیٰ کی رضاو خوشنودی کی ضمانت دی گئی۔

انفاق فی سبیل اللہ اور نماز

انفاق کا عبادات کے ساتھ گہرا تعلق ہے قرآن پاک میں جہاں جہاں نماز روزے حج زکوۃ قربانی اور جہاد کا ذکر آیا ہے ساتھ ہی بالواسطہ یا بلاواسطہ انفاق کا ذکر بھی ضرور آیا ہے جیسے انفاق کے بغیر ان عبادات کی تکمیل ہی نہ ہوتی ہو اصل بات یہ ہے کہ عبادات تزکیہ کر کے مومن کو اخلاق وروحانیت کے جس اعلیٰ مقام پر پہنچانا چاہتی ہیں بخل اور حرص سے چھٹکارا حاصل کئے بغیر بندہ وہاں نہیں پہنچ سکتا۔

ذیل میں چند ایسی آیات درج کی جاتی ہیں جن میں نماز اور انفاق کا یکجا ذکر کیا گیا ہے اور جن سے دونوں کا تعلق ظاہر ہوتا ہے۔

(1) قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ آمَنُوا یُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَیُنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاھُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْہِ وَلَا خِلَالٌ ○

"اے نبیؐ میرے جو بندے ایمان لائے ہیں ان سے کہہ دو

Marfat.com

کہ نماز قائم کریں اور جو کچھ ہم نے انکو دیا ہے اس میں سے
کھلے اور چھپے (راہ خیر میں) خرچ کریں قبل اس کے کہ وہ
دن آئے جس میں نہ خرید و فروخت ہو گی اور نہ دوست
نوازی ہو سکے گی"

دیکھئے صلوٰۃ اور انفاق کو ایمان کے دو اہم تقاضوں کے طور پر بیان کیا گیا ہے صلوٰۃ حق اللہ اور انفاق حق العباد ہے اور یہی دونوں چیزیں شریعت کا خلاصہ اور نچوڑ ہیں سرّ اور علانیۃ کہہ کر انفاق کا طریقہ بھی بتا دیا گیا آخر میں نفسیاتی انداز کی ضرب لگائی گئی کہ زندگی کی مہلت کو غنیمت سمجھو اور نیکی کرنے میں دیر نہ کرو

(2) اَلَّذِینَ هُمْ عَلٰی صَلٰوتِهِمْ دَائِمُوْنَ o وَالَّذِیْنَ فِیْ
اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ o لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ o

(المعارج 25-23)

"جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرتے ہیں جن کے مالوں میں
سائل اور محروم کا ایک حق مقرر ہے"

سائل و محروم کے الفاظ سے صدقات کا مصرف ظاہر ہو گیا سائل وہ ہے جو خود مانگ کر اپنی ضرورت پوری کرلے محروم وہ ہے جو حاجتمند تو ہے مگر دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانا گوارا نہیں کرتا ایسے مستور الحال لوگوں کو خود تلاش کر کے ان کی مدد کرنی چاہئیے حقٌ معلومٌ کے الفاظ بھی

Marfat.com

قابل توجہ ہیں یعنی بے کسوں اور محتاجوں کی امداد کر کے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ بڑا تیر مار لیا ہے بلکہ یہ سمجھا جائے کہ ان لوگوں کا حق تھا جو اللہ نے ہمارے مال میں شامل کر دیا تھا ہم نے محض اپنا فرض ادا کیا ہے کہ ان کا حق ان تک پہنچا دیا ہے گویا صدقہ محتاج کی ضرورت تو تھی ہی لیکن یہ صدقہ دینے والے کی بھی ضرورت تھی دونوں نے ایک دوسرے کی مدد کی ہے۔

(3) وَاَقِیموا الصلٰوۃ وآتُوا الزکٰوۃَ وَاقْرِ ضوا اللّٰہ قرضاً حسناً وَّ مَا تُقَدّمُوا لِاَنْفُسِکُم مِنْ خَیرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ ھُوَ خَیرًا وَّ اَعْظَمَ اَجرًاo

"نماز قائم کرو زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو قرض حسن دیتے رہو جو کچھ تم اپنے لئے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے ہاں موجود پاؤ گے۔ وہی زیادہ بہتر ہے اور اس کا اجر بھی بہت بڑا ہے۔

اس آیت میں اقامت صلوٰۃ کے حکم کے معاً بعد ادائیگی زکوۃ کا اور قرض حسن دینے کا حکم دیا گیا ہے صلوٰۃ اللہ کا حق ہے اور انفاق بندوں کا اور یہ دنوں لازم و ملزوم ہیں صلوٰۃ روحانی و اخلاقی ترفیع کا ذریعہ ہے اور انفاق معاشی مسائل کے حل کی کلید دونوں کے ملنے سے ہی مقاصد شریعت کی تکمیل ہوتی ہے۔

انفاق کے فضائل ایک نظر میں

1 مالی ایثار سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے ایک مومن کیلئے اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

خوشنودی اور رضا سے بڑھ کر اور کونسی نعمت ہو سکتی ہے۔

2 اخلاص کے ساتھ صدقہ وخیرات کرنے والے کو سکون قلب کی دولت عطا کی جاتی ہے اور اسے خوف وغم سے چھٹکارا مل جاتا ہے ظاہر ہے کہ یہ بہت بڑی بات ہے بھلا کون ہے جو سکون قلب کا متلاشی نہیں۔

3 عبادات کے ساتھ انفاق کو شامل کر کے ہی انہیں موثر اور نتیجہ خیز بنایا جاسکتا ہے اور انکے مقاصد حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

4 انفاق کے ذریعے بخل حرص اور تنگ دلی سے چھٹکارا حاصل ہوتا ہے اور ظاہر ہے ان اخلاق ذمیمہ کو چھوڑے بغیر آخرت کی کامیابی ممکن نہیں۔

5 انفاق کی بدولت آخرت کی فلاح اور سرخروئی حاصل ہوگی اور ظاہر ہے کہ یہ نعمت عظیمہ ہے۔

6 اللہ تعالیٰ انفاق کے مخلصانہ عمل کی قدر کرتا ہے اور خوش ہو کر اس کے صلے میں بندے کے گناہوں پر خط نسخ کھینچ دیتا ہے۔

7 انفاق کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ جذبۂ اخوت کے باعث معاشرے میں خوشگواری آجاتی ہے لوگ ایک دوسرے سے تعاون کرنے والے اور دکھ سکھ میں ساتھ دینے والے بن جاتے ہیں۔

Marfat.com

حرفِ آخر

حضرات، یہ ہیں خشوع کے معاونات۔ امید قوی ہے کہ جو شخص ان نکات پر عمل کر کے اپنی اصلاح کی پر خلوص کوشش کرے گا وہ انشاء اللہ گزشتہ ابواب میں خشوع اور حضوری دِل کے لیے تجویز کردہ تدابیر سے بھر پور استفادہ کر سکے گا اور اپنی نمازوں کو سنوارنے اور موثر بنانے کی صلاحیت حاصل کر لے گا۔

آیئے اپنی سوچ اور عمل کی اصلاح کر کے ایک نئی زندگی کا آغاز کریں اگر ہم پختہ عزم کے ساتھ ایک مخلصانہ کوشش اور پر جوش مہم شروع کریں تو اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق ہمارے شامل حال ہو جائے گی انشاء اللہ۔ کیونکہ اس کا پختہ وعدہ ہے کہ جو شخص راہ ہدایت پر آنے کی مخلصانہ کوشش کرتا ہے وہ ضرور اس کی مدد کرتے ہیں اور اس کے لیے مطلوبہ راہ پر چلنا اور منزل مقصود پر پہنچنا آسان بنا دیتے ہیں ارشاد ہے۔

وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ (العنکبوت 69)

(جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ کریں گے انہیں ہم اپنے

Marfat.com

راستوں پر ضرور چلا دیں گے اور بے شک اللہ تعالیٰ ایسے
خلوص والوں کے ساتھ ہے)

ایک حدیث قدسی کا مضمون بھی کچھ اسی قسم کا ہے "جو بندہ میری طرف چل کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔"

اور ہاں، رسول کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "جو شخص شہنشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے وہ محروم نہیں رہتا کسی نہ کسی وقت دروازہ ضرور کھلتا ہے۔" لہٰذا آیئے تمام دروازے چھوڑ کر اپنے مالک کے دروازے پر آجائیں اور التجا کریں کہ اے ہمارے رب ہم تیرے عاجز اور ناکارہ بندے ہیں، تو محض اپنے فضل و کرم سے ہماری کوشش کو قبول فرما ہماری نمازوں میں سوز و گداز اور لذت و حلاوت پیدا فرما، ہماری دعاؤں کو قبولیت کے شرف سے نواز اور ہماری دنیا و آخرت کو سنوار دے۔ ہمارا بس تجھی پر بھروسہ ہے اور تو بہترین کارساز اور بہترین مددگار ہے۔

Marfat.com

ماخذ

1۔ تفہیم القرآن

2۔ صحیح بخاری

3۔ المشکوٰۃ المصابیح

4۔ احیاء العلوم

5۔ مکتوبات مجدد الف ثانیؒ

6۔ تربیت السالک

7۔ آسان فقہ

8۔ صلوٰۃ الرسولؐ

9۔ فضائل اعمال

10۔ معارف الحدیث

11۔ عرفان

12۔ امداد السلوک

13۔ تہذیب الصلوٰۃ

14۔ مسند احمد

Marfat.com

نماز اور خشوع

پروفیسر محمد اسحٰق ایم۔اے

پنجاب کالج آف کامرس لاہور

297.53
م 29 ن
55317

Marfat.com